

اسلام مخالف سازشیں

ایک تاریخی جائزہ



تالیف

شیخ الاسلام، محقق جلیل، امام محمد زاید الکوثری

سرپرستی و ملاحظہ

بحر العلوم، محدث کبیر حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی مدظلہ

مترجم محشی

محمد انوار خان قاسمی بستیوی

امام کوثریؒ سیریز نمبر: ۴

اسلام مخالف سازشیں ایک تاریخی جائزہ

تالیف

شیخ الاسلام، محقق جلیل، امام محمد زاہد الکوثریؒ

ولادت: ۱۲۹۶ ہجری، ۱۸۷۹ عیسوی، وفات: ۱۳۷۱ ہجری، ۱۹۵۲ عیسوی

مترجم و محشی

محمد انوار خان قاسمی بستوی

(ڈائریکٹر انڈو عرب ملٹی رنگول سرورسز، وائیڈیٹر اسلامک لٹریچر ریویو)

Published by
Islamic Research and Education Trust

Shahre Tayyib, Behind Eidgah, Deoband, India, Pin: 247554, Website:
www.deobandcenter.com, Email: deobandcenter@gmail.com, Cell: +91 888 111 5518

In association with

Maktaba Sautul Qur'an

Madani Market, Near Darul Uloom, Deoband, 247554,
Email: faizulhasanazmi@gmail.com

کتاب کے جملہ حقوق محفوظ ہیں

اسلام مخالف سازشیں - ایک تاریخی جائزہ	نام کتاب:
شیخ الاسلام، محقق جلیل، امام محمد زاہد الکوثری	تالیف:
محمد انوار خان قاسمی بستوی	مترجم و محشی:
anwarkhanqasmi@gmail.com	ایمیل:
۸۸	صفحات:
۱۱۰۰	تعداد:
۴۰ روپے	قیمت:
فیض الحسن اعظمی	باہتمام:
مارچ ۲۰۱۵ م ۱۴۳۶ھ	سن اشاعت:
انڈیا عرب ملٹی لنگول سروس، شہر طیب، عقب عید گاہ،	کمپوزنگ:
دیوبند، موبائل: 888 111 5518	

ناشر

اسلامک ریسرچ اینڈ ایجوکیشن ٹرسٹ

قاسم پورہ روڈ، شہر طیب، عقب عید گاہ، دیوبند، ٹیلیفون: 01336 222 557

مع اشتراک

مکتبہ صوت القرآن، دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی، موبائل: 93589 11053

ملنے کے پتے

مکتبہ امام کوثری، قاسم پورہ روڈ، شہر طیب، عقب عید گاہ، دیوبند، موبائل: 74177 21171

مکتبہ صوت القرآن، مدنی مارکیٹ، نزد دارالعلوم، دیوبند، موبائل: 93589 11053

دیوبند اسلامک سینٹر، قاسم پورہ روڈ، شہر طیب، عقب عید گاہ، دیوبند، موبائل: 888 111 5518

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان
۵	« حرف آغاز
۱۳	« مقدمہ
	« دین کی حفاظت کے لیے رسول اللہ ﷺ
۱۶	اور صحابہ کرام کا صبر و استقلال
۱۷	« یہود کی سازشیں
۲۱	« عبیدیوں کا تاریخی ارتقاء، عقائد، اور مختصر تاریخ
۳۴	« یہود کی سازشیں
۳۵	« یہودی ابن کمونہ
۴۰	« یہودی موسیٰ بن میمون
۴۶	« یہودی ابوالبرکات ابن ملکا
	« اسلام کے خلاف دشمنی کے مختلف طریقے
۴۹	(صلیبی جنگیں)
۵۱	« جھوٹے پروپیگنڈے
۵۵	« استشراق
۵۹	« سیرت و تاریخ کے مصادر و مراجع پر ایک نظر
۶۱	« محمد بن اسحاق
۶۴	« کلبی اور واقدی وغیرہ

« مستشرقین کی افترا پردازیوں کے کچھ نمونے — ۷۱

« گولڈ زیہر — ۷۶

« مسلمانوں کے خلاف دشمنانِ دین کی سازشیں — ۷۹

« تقابلِ ادیان کی کانفرنسوں میں

شرکت کے خطرناک نتائج — ۸۳

« فہرستِ مراجع — ۸۶

حرف آغاز

تاریخ شاہد ہے کہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک اسلام کے خلاف دشمنانِ دین نے ہمیشہ دسیہ کاریوں اور ریشہ دوانیوں کو جاری رکھا تا کہ کسی طرح سے اسلام کی بڑھتی ہوئی رفتار کو روکا جاسکے۔ لیکن جہاں دشمنانِ اسلام اپنی سازشوں میں مصروف تھے، وہیں دینِ اسلام کے جیالے سربکف اسلام کی حفاظت کے لیے ہمیشہ ہر محاذ پر کمر بستہ نظر آئے، اور اسلام کو ہر طرح کی قربانی پیش کر کے اپنی اصلی حالت پر برقرار رکھنے کی ہر ممکن جدوجہد کی۔

تاریخ اسلام پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے عظیم سانحہ جس نے اسلام کی بنیادوں کو ہلا دیا اور جس نے اسلام کی دیوارِ آہنی میں ایسی دراڑ پیدا کر دی جو آج تک بڑھتی جا رہی ہے، وہ ہے قتلِ عثمان غنیؓ کا فتنہ۔ یہ فتنہ کس قدر درد انگیز اور خوفناک تھا کہ قدیم مسلم مورخین اپنی کتابوں میں جب مطلقاً لفظِ فتنہ استعمال کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد خلیفہ راشد، امام المسلمین، عثمانِ ذوالنورینؓ کی شہادت اور قتل کا واقعہ ہوا کرتا ہے۔ تقریباً تمام اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھنے والے مورخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ قتلِ عثمانؓ کے لیے درپردہ منصوبہ بندی کرنے والا اور اس مہم کی خفیہ قیادت کرنے والا شخص وہ فتنینِ اعظم اور عیارِ اکبر ہے جسے تاریخ میں عبد اللہ بن سباء کے نام سے جانا جاتا ہے۔

عبد اللہ بن سباء کی انھیں ناپاک کوششوں کے نتیجہ میں شیعہ اور روافض نے جنم لیا

اور اس کے علاوہ تاریخ میں اس سے کتنے فتنے رونما ہوئے جسے قلمبند کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ یہ بات بھی جانتے ہیں کہ ابتداء میں یہود نے اسلام کے خلاف مادی قوت اور طاقت کی جنگ لڑی جس میں شمشیر و سنان کا استعمال کیا؛ لیکن جب یہاں وہ ناکام ہو گئے تو انھوں نے فوراً پینترہ بدل دیا، اور مکر و سازش، اور فتنہ و فریب کو اپنی خفیہ تحریک کا سب سے بڑا مشن بنالیا، اور اس طرح سے انھوں نے اسلامی سیاست اور قیادت پر حملہ آور ہونے کے لیے ماسٹر پلان تیار کیا اور اس میں ان کو بہت بڑی کامیابی بھی ملی۔

اسی طرح سے یہود نے بعد کی صدیوں میں جب اسلام چار کھونٹ میں پھیل گیا، اور اطرافِ عالم میں لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے، اور جب علم و فقہ، اور حدیث و تفسیر کی تدوین کا کام شروع ہوا، تو اسلام کو نقصان پہونچانے کے لیے علمی اور فکری طور پر اسلامی تعلیمات پر یلغار کرنا شروع کر دیا۔ امام کوثریؒ نے اس رسالہ میں بطور نمونہ اس طرح کی تین شخصیتوں کا ذکر کیا ہے اور وہ ہیں: ابن میمون، ابن ملکا، اور ابن کمونہ۔ ان لوگوں نے اسلام سے لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے اسلامی تعلیمات اور عقائد کی تردید میں تصانیف لکھنی شروع کر دیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعد میں مستشرقین کا ایک منظم گروہ پیدا ہوا جس نے اسلام پر تحقیق و ریسرچ کے نام پر حملہ کرنا شروع کیا؛ لیکن ان مستشرقین کی بھی بنیادیں انھیں قدیم یہودی مفکرین اور اسلام دشمن علمی عناصر سے ہی جا کر ملتی ہیں جنھوں نے اسلامی عقائد پر تنقید کرنے کے لیے شروع ہی سے کتابیں لکھیں۔ ان میں سے بعض یہود نے بظاہر اسلام بھی قبول کیا؛ لیکن ابن سبأ کی طرح ان لوگوں نے ظاہر میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام پر تیشہ چلانے کی منصوبہ بند سازش کی۔

فاطمی سلطنت سے کون واقف نہیں ہے۔ اس سلطنت کا بانی ایک یہودی لوہار تھا جس نے اسلامی لبادہ میں اپنے آپ کو علوی بتا کر مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کی اور پھر کتنے علماء، فقہاء اور زہاد کو تہ تیغ کیا کہ اس کی صحیح تعداد صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ عالم اسلام پر یہ لوگ ایک طویل عرصہ تک کس طرح سے حاکم رہے اور اسلام کو تباہ کرنے کے لیے انھوں نے کیسا منصوبہ تیار کیا تھا یہ سب جان کر ایک ہوشمند انسان لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے۔ فاطمی یا عبیدی سلطنت کے بارے میں امام کوثریؒ نے اس رسالہ میں اختصار کے باوجود کچھ تفصیلی کلام کیا ہے کیوں کہ کچھ مؤرخین فاطمیوں اور عبیدیوں کے نسب کی صحت کے بارے میں غلط فہمی کے شکار ہو گئے۔ امام کوثریؒ نے باقلانیؒ، عبد القاهر البغدادیؒ، ابن السمعانیؒ، ابن الجوزیؒ، سبط ابن الجوزیؒ، ابن حجرؒ، سخاویؒ، اور شمس الدین ابن طولونؒ جیسے کبار ائمہ کے کلام کی روشنی میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ لوگ فاسد النسب اور جھوٹے تھے۔

اسی طرح سے گیارہویں صدی سے تیرہویں صدی تک جاری رہنے والی صلیبی جنگیں بھی اسلام کو مٹانے کی ایک منظم کوشش تھیں۔ لیکن اس نازک وقت میں اللہ نے مجاہد اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی کو اپنے دین کی حفاظت کے لیے بھیجا جنھوں نے عالم اسلام کو ایک ایسے بھنور سے نکالا جس نے نہ جانے کتنے لاکھ مسلمانوں کو نگل لیا تھا، اور جس کی لپیٹ میں تقریباً پورا عالم اسلام آچکا تھا۔

ان صلیبی جنگوں کے بعد اسلام دوبارہ سرسبز و شاداب نظر آنے لگا؛ لیکن جلد ہی پھر یہودی مکر و سازش نے اسلامی خلافت کا خاتمہ کر دیا گیا، اور اس طرح سے مسلمانوں کا دینی اور سیاسی مرکز جو دراصل ترکی میں خلافت عثمانیہ کی شکل میں موجود تھا، اسے برطانوی سامراج کی تباہ کن ڈپلومیسیوں نے تہ و بالا کر کے رکھ دیا، اور اس کے بعد

اسلام کے شیرازے میں ایسا بکھراؤ پیدا ہوا کہ اس کے بعد سے مسلمان اب تک اپنا تابناک ماضی، عظمتِ پارینہ، علمی، فکری اور اقتصادی طاقت بحال نہ کر سکا، اور خلافتِ اسلامیہ ایک خواب بن کر رہ گئی جسے صرف تاریخ کی کتابوں میں پڑھا جاسکتا ہے اور بس۔ اسی دور میں استشرق نے بھی ایک منظم روپ دھار لیا اور ایک خطرناک مکتبِ فکر بن گیا جس کی قیادت گولڈزیہر جیسے عیار، مکار اور انتہائی ذہین یہودیوں نے سنبھالی، اور یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔ آج یورپ کی یونیورسٹیوں میں اسلام پر ہر طرح سے تحقیق و ریسرچ کا کام ہو رہا ہے، اور امریکہ، جرمنی، برطانیہ، ہالینڈ، اور فرانس وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں موجود اسلامیات کے شعبوں میں غیر معمولی تحقیق و ریسرچ کے ذریعہ ہر دن اسلام کے خلاف کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑا جا رہا ہے تاکہ اس کے ذریعہ اسلام کو بدنام کیا جاسکے اور اس دینِ جاودانی کی بڑھتی ہوئی رفتار کو روکا جاسکے۔ دوسری طرف عالم اسلام میں اندرونی خلفشار اور انتشار میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

اکیسویں صدی کے آغاز میں پھر دوبارہ اسلام پر تند و تیز حملہ کرنے کے لیے اسرائیل اور امریکہ کی قیادت میں پورے عالم عرب کو ایک آگ کا گولہ بنا دیا گیا۔ ماہرینِ سیاست کا خیال ہے کہ لیبیا، مصر، شام، فلسطین، سعودی، لبنان وغیرہ دیگر نام نہاد اسلامی ممالک کی خارجہ پالیسیاں عموماً اسرائیل کے ذریعہ ہی بالواسطہ یا بلاواسطہ تشکیل دی جاتی ہیں۔ چونکہ دشمنانِ اسلام بہت ہی عیاری اور چالاکی سے اپنا مشن انجام دینا چاہتے ہیں، اس لیے وہ اکثر حالات میں خود اسلامی ممالک پر حملہ آور نہیں ہو رہے ہیں؛ بلکہ اس کے لیے وہ روافض کا استعمال کر رہے جنہیں آج سے تقریباً تیرہ سو پچاس سال پہلے ان کے مورثِ اعلیٰ ابنِ سبائے نے اس کام کے لیے تیار کیا تھا۔ چنانچہ عالم

عرب خصوصاً شام اور عراق پر شیعوں کو اس وقت کامل تسلط دے دیا گیا ہے جس کے ذریعہ اہل سنت والجماعت کی نسل کشی کی جارہی اور پوری دنیا اور حقوقِ انسانی کی تنظیمیں تماشائی بنی ہوئی ہیں۔ ملکِ شام میں اہل سنت غلہ اور پانی اور بنیادی انسانی وسائل تک سے محروم ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے مفتیانِ عظام نے حرام جانوروں کو کھانے تک کے جواز کا فتویٰ صادر فرما دیا ہے۔ بھوک اور پیاس سے مرنے کے واقعات دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ اردن، ترکی اور لبنان میں شامی پناہ گزین اور اسی طرح سے عراق کے کیمپوں میں ٹھہرے ہوئے تقریباً ستر لاکھ پناہ گزین و ہشنتاک موت اور بربریت کے حوالے کر دئے گئے ہیں۔ تمام کیمپوں میں مجموعی طور پر کئی سو بچے روزانہ موت کی نیند سو جاتے ہیں اور ان کی مائیں دودھ کے چند قطرات کے لیے بلکتی رہتی ہیں جب کہ اقوام متحدہ عالمی امداد اور بین الاقوامی چندہ جمع کر کے اپنے سیاسی مشن کو آگے بڑھانے میں لگا ہوا ہے۔ بے شمار غیرت مند مائیں اور بہنیں اپنی آبرو اور عصمت کو بیچنے پر مجبور ہو چکی ہیں۔ شام اور عراق کے پڑوسی ممالک میں جسمِ فروشی کا دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان تمام خوں چکاں احوال کے پیچھے وہی پرانا عیار دشمن ہے جو کبھی ابنِ سبا کے نام سے ظاہر ہوا تھا۔

بعض یورپی ممالک جیسے جرمنی، سویڈن اور ڈنمارک وغیرہ نے شامی مہاجر مسلمانوں کو شہریت بھی دی ہے؛ لیکن اس شہریت کے پیچھے ان کا مقصد مسلمانوں کو یورپی رنگ میں رنگنا اور مغربی تہذیب میں ڈھالنا ہے۔ احقر کے ایک دوست محمد باسم وہمان نے ترکی سے مجھے بذریعہ ایمیل یہ اطلاع دی ہے کہ ان ممالک میں اسی کو شہریت دی جاتی ہے جو سماجی شمولیت کے سرکاری کاغذات پر دستخط کرتا ہے۔ چنانچہ ڈنمارک میں ایک شہریت یافتہ شامی فیملی کا واقعہ ہے کہ ان کی بیٹی ایک اسکول میں

پڑھنے کے لیے گئی ہوئی تھی اور جب وہ اسکول سے واپس آئی تو وہ رو رہی تھی۔ والدین نے رونے کا سبب پوچھا تو بچی نے جواب دیا کہ آج مجھے اسکول میں سب کے سامنے اپنے کپڑے اتارنے اور برہنہ ہونے پر مجبور کیا گیا اور مجھے بتایا کہ اس طرح سے میرے دل سے جنس مخالف کا خوف اور جھجک ختم ہو جائے گی۔ بچی کی ماں غصہ میں اسکول میں پہونچی تو انتظامیہ نے اسے جواب دیا کہ آپ کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے کیوں کہ آپ لوگوں نے سماجی شمولیت کے کاغذات پر خود ہی دستخط کئے ہیں جس کا مطلب ہے یہاں کی تہذیب کو قبول کرنا اور اسی طرح سے آپ کو اپنی بچی کو بھی اس اسکول سے نکالنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ استاذ باسما دہان یہ بھی فرماتے ہیں کہ سویڈن میں شہریت یافتہ ایک شامی عالم نے ان کے پاس ایک خط میں یہ لکھا ہے کہ ترکی وغیرہ میں پناہ گزینی کی حالت میں مٹی کھا کر زندگی گزار لینا ان یورپی ممالک میں شہریت حاصل کرنے سے بہتر ہے۔ خط میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اگر ڈنمارک وغیرہ ممالک میں شہریت حاصل کرنے کے سارے مفاسد کسی عالم کو بتادئے جائیں تو وہ اسے گناہ کبیرہ قرار دے گا، اور یہاں ہجرت کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر کر دے گا۔

یہ رسالہ امام کوثریؒ کی عظیم الشان تصنیف من عبر التاريخ في الكيد للإسلام کا اردو ترجمہ ہے جو کافی عرصہ پہلے مصر سے عزت عطار حسینی کے ذریعہ ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن دارمرجان سے علی رحمی کے ذریعہ ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا، اور تیسرا ایڈیشن ۲۰۰۵ء میں مکتبہ ازہریہ مصر سے شائع ہوا؛ لیکن یہ تمام ایڈیشنز تحقیق و تعلیق سے خالی تھے۔ اس کا چوتھا ایڈیشن ۱۴۲۱ھ، مطابق ۲۰۰۰ء میں ڈاکٹر ایاد احمد الغوج کے ذریعہ دار الفتح اردن سے نہایت علمی اور تحقیقی

انداز سے شائع ہوا۔ احقر نے اسی ایڈیشن کو اصل بنا کر ترجمہ اور تعلیق کا کام کیا ہے۔ اس نسخہ میں ڈاکٹر الغوج کی مختلف مقامات پر نہایت نفیس اور عمدہ تعلیقات موجود تھیں جسے احقر نے جوں کاتوں یہاں اس کتاب کے حاشیہ میں بھی ترجمہ کر کے نقل کر دیا ہے۔ الغوج کی تعلیقات کے علاوہ خود اس حقیر نے بھی اس کتاب پر متعدد مقامات پر تعلیقات و حواشی کا اہتمام کیا ہے جس سے الحمد للہ کتاب کی افادیت میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر الغوج کی تعلیقات کے ساتھ ان کا نام اور میری اپنی تعلیقات کے ساتھ میرا نام بریکٹ میں برائے امتیاز رکھ دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر الغوج نے اپنی تعلیقات میں جن کتابوں کا جو حوالہ دیا ہے اسی صفحہ اور جلد کے ساتھ احقر نے ہو اس ترجمہ میں بھی ان کے حواشی میں وہی حوالہ نقل کر دیا ہے۔ لیکن بارہا ایسا ہوا ہے کہ میں نے اپنے حواشی کے لیے جن مراجع کا استعمال کیا ہے ان کا ایڈیشن مختلف تھا جس کی وجہ سے ایک ہی کتاب کے جلد اور صفحے ان کی اور میری تعلیقات میں مختلف ہو سکتی ہیں۔

ناچیز، استاذ معظم، محدث کبیر، بحر العلوم، حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی — اطال اللہ بقائہ — کا شکر گزار ہے کہ حضرت والا احقر کے ذریعہ ترجمہ کردہ ان علمی کاموں اور حاشیوں پر ناقدانہ نظر ڈال رہے ہیں اور اپنے گرانمایہ مشوروں اور افادات سے حقیر کی کاوشوں کو مالا مال فرما رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت کا سایہ ہم پر تاویر قائم رکھے تاکہ ہم سب آپ کے علمی افادات سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہو سکیں۔

آخر میں امید ہے کہ یہ رسالہ اہل علم حضرات کے لیے ایک گرانمایہ تحفہ ثابت ہوگا اور مختلف پہلوؤں سے علماء اور طلبہ سب کے لیے نافع ثابت ہوگا۔ اس کے بعد امام

کوٹری کے شائع کئے جانے والے مترجم رسائل مندرجہ ذیل ہیں:

- امام کوٹری اہل علم کی نظر میں (پانچ مضامین کا مجموعہ)
- فقہ و حدیث میں علماء احناف کا مقام
- طلاق ثلاث
- حیاتِ امام ابو یوسفؒ
- حیاتِ امام محمد بن الحسن شیبانیؒ
- حیاتِ امام زفرؒ
- حیاتِ حسن بن زیاد و محمد بن شجاع ثلجیؒ
- حیاتِ امام طحاویؒ
- حیاتِ امام بدرالدین عینیؒ
- امام ابو حنیفہؒ کے کئے گئے اعتراضات کے جوابات (یعنی تہیہ الخطیب)
- مقالاتِ کوٹریؒ

محمد انوار خان، دیوبند

۲۵ جنوری ۲۰۱۵

مقدمہ

از سید عزت عطار حسینی^(۱)

الحمد لله الذي صدق وعده ، ونصر عبده ، وأعز جنده ، وهزم الأحزاب وحده ، لا إله إلا هو وحده لا شريك له ، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده ، أشرف مخلوقاته سيدنا ومولانا ونبينا محمد صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم.

یہ بات اہل علم کے یہاں مسلم ہے کہ محققِ عظیم، استاذِ کبیر، بقیۃ السلف الصالح،

(۱) سید ابواسامہ عزت بن امین عطار حسینی دمشقی خاندانِ علم و فضل کے چشم و چراغ تھے۔ چنانچہ آپ کے دادا شیخ سلیم بن یاسین عطار متوفی ۱۳۰۷ھ اپنے دور میں شیخ الشام اور سید العلماء مانے جاتے تھے، اور آپ کے پڑدادا علامہ شیخ حامد متوفی ۱۲۶۳ھ محدث دمشق، فقیہ وقت، امام شہاب الدین احمد بن عبید اللہ عطار متوفی ۱۲۱۸ھ کے نبیرہ تھے۔ یہ سب شافعی المسلك اور حسینی النسب علماء تھے۔

اس رسالہ کے سب سے پہلے ناشر، شیخ عزت عطار کا شمار امام کوثری کے ان تلامذہ میں ہوتا ہے جنہوں نے امام کوثری کے مصر ہجرت کرنے کے بعد آپ سے اخذ علم کیا۔ شیخ عزت عطار نے قاہرہ میں مکتب نشر الثقافة الإسلامية قائم کیا اور یہاں سے متعدد نافع کتابیں شائع کیں، جن میں موصوف کے شیخ امام کوثری کی متعدد تصنیفات اور محقق کتابیں شامل ہیں۔ موصوف ہر کتاب شائع کرنے سے پہلے اسے اپنے شیخ کوثری کے یہاں تصحیح کے لیے پڑھتے تھے جیسا کہ مقالات الکوثری کے مقدمہ ص ۷۲ سے ظاہر ہوتا ہے۔ (الفوج)

خلافتِ عثمانیہ کے سابق نائب شیخ الاسلام، نزیلِ حال قاہرہ، شیخ محمد زاہد بن الحسن الکوثریؒ ان ملحدین اور منحرف لوگوں کے خلاف خدا کی ننگی تلوار ہیں جو عوام کی عقلوں کو گمراہ، ان کے عقائد فاسد کرنے کے لیے، اور ان کے دینی نظریات میں شکوک کا زہر گھولنے کے کام میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ کبھی تو مجسمہ کی آراء اور ان کی کتابیں شائع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور کبھی عوام کو دین کے اوامر و نواہی کی تحقیر کی دعوت دیتے ہیں مثلاً ایک گروہ ایسا ہے جو طہارت کو کوئی خاص اہمیت نہیں دیتا، اور مسجد کے اندر جوتے تک نکال دینے کو قبیح عمل نہیں مانتا ہے، اور کبارِ ائمہ اور علماء اسلام پر طعن و تشنیع اس گروہ کا سب سے اہم سرمایہ ہے۔

حضرت امام کوثریؒ نے دشمنانِ دین کے خلاف اپنا قلم اٹھالیا اور کوئی کسر نہ چھوڑی، یہاں تک کہ ان کی اندرونی ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کر دیا۔ آپ کی شخصیت ہمیشہ بحث و تحقیق میں لگی رہتی ہے، اور آپ افترا پردازوں کے شکوک کو طشت از بام کرنے کے لیے دن رات کمر بستہ نظر آتے ہیں تاکہ گمراہوں کی خفیہ سازشوں کی قلعی کھول سکیں اور عوام کو ان کے بارے میں متنبہ کر سکیں۔ جس کسی نے بھی اسلام پر انگلی اٹھانے کی کوشش کی، جھوٹا پروپیگنڈہ کیا، یا فاسد تاویلات کا سہارا لیا، تو امام کوثریؒ ہمیشہ ونداں شکن علمی جواب دینے کے لیے میدان میں نظر آئے، اور ایسے لوگوں کو حد سے تجاوز کرنے سے روک دیا۔

امام کوثریؒ نے صرف اس دور کے ملحدین پر ہی رد نہیں کیا ہے؛ بلکہ آپ نے ان منافقین کی مخفی سرگرمیوں اور پوشیدہ حرکتوں سے بھی پردہ اٹھایا ہے جنہوں نے بظاہر اسلام قبول کیا، اور مختلف ادوار میں قدیم زمانہ سے اسلام کی دشمنی اپنے

سینوں میں چھپائے رکھا۔

قارئین کرام کے سامنے امام کوثریؒ کا نایاب رسالہ موسوم بمن عبر التاريخ في الكيد للإسلام حاضر ہے۔ یہ رسالہ انتہائی مختصر ہونے کے باوصف غیر معمولی مضامین پر مشتمل ہے، جس میں فاطمیین، ان کے نسب کے بطلان، اور ان کے اوامر شریعت کی مخالفت وغیرہ جیسے اہم مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ اسی طرح سے اس رسالہ میں بہت سے ان دشمنانِ دین کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالی گئی ہے جنہوں نے دورِ اول سے اسلام کے لیے کید و مکر کا سلسلہ جاری رکھا۔ اسی طرح سے اُن مستشرقین کی نیتوں کے بارے میں بھی اس رسالہ میں کلام کیا گیا ہے جن کا مقصد تحقیق و ریسرچ کے ذریعہ اسلام اور صاحبِ شریعت رسول اللہ پر حملہ کرنا ہے اگرچہ یہ لوگ اپنی تحقیقات میں حقیقت پسندی اور غیر جانبداری کا جھوٹا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

اس رسالہ کے علمی فوائد کی وجہ سے میں نے اپنے استاذ شیخ کوثریؒ سے درخواست کی کہ مجھے اسے نشر کرنے کے اجازت دے دیں تاکہ اس کا نفع عام اور تام ہو جائے۔ چنانچہ حضرت والا نور اللہ مرقدہ نے مجھے اس کے اشاعت کی اجازت دے دی، اور میں اس علمی خزانہ کو قارئینِ عظام اور اسلامی لائبریری کے سامنے عمومی فائدہ کی غرض سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

واللہ ولی التوفیق وهو حسبی ونعم الوکیل

ناشر

سید عزت عطار حسینیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله، والصلاة والسلام على سيدنا محمد رسول الله،
والآله وصحبه اجمعين۔

اما بعد:

احقر نے مندرجہ ذیل سطروں کو تاریخ کی عبرتناک سازشوں کے نام سے رقم کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ صدیوں سے داخلی اور خارجی پیمانہ پر دشمنانِ اسلام کے ذریعہ کی گئیں ناپاک سازشوں کا پردہ چاک کیا جاسکے۔ اس مختصر رسالے میں میں نے اُن نمایاں شخصیات کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ان فتنہ پرور سازشوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اگر بنظرِ غائر اس کتاب کا مطالعہ کیا گیا، تو اس میں قارئین کو بے شمار عبرتیں اور نصیحتیں ملیں گی۔ میں نے استاذِ سید عزة العطار الحسینیؒ کو ان کی خواہش پر اس کتاب کے نشر و اشاعت کی اجازت دے دی ہے تاکہ اس کا نفع لوگوں میں زیادہ سے زیادہ عام ہو سکے۔ اور خدا ہی ہمارا محافظ اور مددگار ہے۔

دین کی حفاظت کے لیے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا صبر و استقلال دعوتِ اسلامی کے آغاز ہی سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحابؓ نے دشمنانِ دینِ اسلام کی جانب سے ملنے والی جن مشکلات کا سامنا کیا ہے وہ کسی سے بھی مخفی نہیں ہیں۔ یہی نہیں؛ بلکہ دینِ اسلام میں قوموں کے جوق در جوق داخل ہونے کے ساتھ ساتھ، دشمنانِ اسلام کی سازشوں کا پیہم سلسلہ بھی جاری رہا۔ لیکن چھوٹی بڑی ہر چیز میں خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات کی اتباع کرنے

والے آپ ﷺ کے جاں نثار متبعین اور اہل ایمان کی بدولت فتنہ پروروں کی سازشیں خود انھیں کے لیے مہلک ثابت ہو گئیں۔

دین خداوندی کی دفاع اور ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کی راہ میں صحابہ کرام کا صبر و استقلال وصف سے بالاتر تھا جس کی بدولت اسلام کی روشنی ہر سمت میں پھیل گئی، اور امن و سلامتی کا بول بالا ہو گیا، اور یہ امت چار دانگہ عالم میں دین اسلام کی نشر و اشاعت کرنے کے لیے مشعل ہدایت لے کر جلوہ افروز ہوئی یہاں تک کہ ایسے حیرت انگیز کارنامے ظہور پذیر ہوئے جس نے دنیا کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا، اور آج تک یہ ہمارے لیے قابل فخر ہیں۔ اگر ہمیں بعد کے زمانے میں اللہ کی راہ میں کچھ مشکلات اور مصائب کا سامنا ہو رہا ہے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس طرح کے حالات پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے راستہ کی اتباع سے زیادہ بہتر کوئی راستہ نہیں ہے، جو سنگین ترین حالات میں صبر و استقلال کا پیکر بنے رہے۔ چنانچہ دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں کے تذکرے سے ہمارا یہ فائدہ ہو گا کہ ہم ان سے چوکنارہ سکیں گے اور حالات کے مطابق اس کے لیے مناسب ہتھیاروں سے اپنے آپ کو لیس کر سکیں گے۔

یہود کی سازشیں

بنو نضیر نے قریش کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑنے کے لیے جس طرح سے شہ دی، اور ان کے سامنے کمزوریوں کی نشاندہی کی، اور بنو قریظہ اور خیبر کے یہودیوں نے جس طرح سے دسیہ کاریاں کیں: یہ سب دشمنان اسلام کی سازشوں کے چند نمونے ہیں، اور ان حوادث کے تیس مسلمانوں کی منصوبہ بندیاں ایک روشن چراغ کے مانند ہیں جن میں ہم ان جیسے بعد میں درپیش حالات اور واقعات سے نمٹ کر کامیابی کی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ رفیقِ اعلیٰ کے پاس رحلت فرما گئے، اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کے زمانے میں نیز عثمانؓ کی خلافت کے دورِ اول میں اسلام روئے زمین کے چپے چپے میں پھیل گیا، تو ذوالنورینؓ کے دور میں فتنہ پروروں نے آپؐ کی نرم مزاجی کا ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا، اور آپؐ کے خلاف ایسے بدترین طریقے سے لوگوں کو بھڑکانے کی سعی پیہم کرنا شروع کر دیں جس کا تجربہ اور مشاہدہ اس وقت تک صحابہؓ نے کبھی بھی نہیں کیا تھا۔ چنانچہ بہت سارے لوگ اس فتنہ کی زد میں آ گئے اور پھر وہ خوں چکاں واقعات رونما ہوئے جس نے اندوہناک انداز میں اسلام کی بڑھتی ہوئی رفتار کو روک دیا۔

اس طرح سے اس کے بعد پر اسرار طور پر بھیس بدلنے والی شخصیات کی کوششوں سے فتنوں پر دازیوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ مشہور یہودی عبد اللہ ابن سبا، جو تاریخ میں ابن السوداء کے نام سے بھی معروف ہے، ہم اس کی حرکتوں کو کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ یہ شخص شہر در شہر پھرتا رہا، اور عثمانؓ غنیؓ کی خلافت میں ایسے شیطانی طریقوں سے فتنہ انگیزی کی تاک میں لگا رہتا، جس کے بارے میں عوام بالکل غافل تھے۔

علامہ مقریزیؒ الخطط والآثار میں تحریر فرماتے ہیں: ”حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں ایک یہودی شخص نے اسلام قبول کیا، جسے عبد اللہ ابن سبا کہا جاتا تھا، اور وہ ابن السوداء کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے حجاز سے دیگر اسلامی ممالک کا چکر لگانا شروع کر دیا، اور اس کا مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا تھا۔ جب اس میں اسے کامیابی نہ ملی، تو اس نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اندرونی ریشہ دوانیوں کا منصوبہ تیار کیا۔ چنانچہ یہ شخص بصرہ میں تینتیس ہجری میں قیام پذیر ہوا۔ وہاں یہ لوگوں کے سامنے کچھ خیالات رکھتا اور وضاحت نہیں کرتا، چنانچہ ایک جماعت

اس کی جانب متوجہ ہو گئی اور کچھ لوگ اس کی جانب مائل ہو گئے، اور اس کی باتوں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے لگے۔ جب یہ بات اس وقت کے بصرہ کے حاکم عبد اللہ ابن عامر^(۲) کو پہونچی، تو انھوں نے اسے بلایا۔ جب یہ شخص آپ کے پاس حاضر ہوا، تو اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس پر اس نے جواب دیا: میں اہل کتاب کا ایک فرد ہوں، اور مجھے مذہب اسلام پسند ہے، اور میں اس وقت آپ کا پڑوسی ہوں۔ اس پر عبد اللہ ابن عامر نے کہا: تمہارے بارے میں مجھے یہ کیسی اطلاعات مل رہی ہیں؟ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ چنانچہ عبد اللہ بن سبا وہاں سے نکل بھاگا، اور اس نے کوفہ کو اپنا مستقر بنالیا، پھر اسے وہاں سے بھی نکالا گیا، پھر وہ مصر چلا گیا جہاں وہ مستقل قیام پذیر ہو گیا۔ یہ شخص لوگوں کے سامنے عجیب عجیب باتیں پیش کرتا۔۔۔ اس نے سیدنا علیؑ کی رجعت کا بھی نظریہ پھیلانا شروع کیا، یہاں تک کہ یہ نظریہ بعض لوگوں کے ذریعہ قبول بھی کر لیا گیا۔ نیز یہ شخص کہتا تھا کہ: ”ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے، اور علی ابن ابی طالبؑ محمد ﷺ کے وصی ہیں۔ لہذا اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہو سکتا ہے جو اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو جائز نہ قرار دیتا ہو کہ علی ابن ابی طالبؑ اپنی امت کے لیے خلافت میں محمد ﷺ کے وصی ہیں؟“ وہ یہ بات بھی کہتا تھا کہ: ”عثمانؓ نے خلافت پر ناحق طور پر قبضہ کر لیا ہے، لہذا اس مسئلے کے لیے تیار ہو جاؤ، اور اپنے امراء اور حکام کی مذمت شروع کر دو، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اشاعت کے ذریعہ لوگوں کو

(۲) موصوف کا پورا نام ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن عامر قرشی عبثیؓ ہے۔ آپ کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی۔ خراسان اور دیگر علاقوں کی فتح کا سہرا آپ ہی کے سر جاتا ہے۔ آپ کو سیدنا عثمانؓ غنی نے بصرہ کا والی مقرر فرمایا تھا۔ جود و سخاء، شجاعت و حلم، اور رفیق و نرمی آپ کے اخلاق کا اہم حصہ تھے۔ مزید تفصیل کے لیے امام ذہبیؒ کی کتاب سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۸ ملاحظہ فرمائیں۔ (النوج)

اس جانب مائل کرو۔“ اس طرح سے اس یہودی نے اپنے حامیوں کو پھیلانا شروع کر دیا، اور مختلف شہروں میں جو لوگ اس کے نظریات کے ساتھ مائل ہوتے گئے، ان سے اس نے خط و کتابت شروع کر دی۔ اور پھر ان سارے لوگوں نے خفیہ طور پر اپنی فکر کی دعوت شروع کر دی۔ یہ لوگ مختلف شہروں میں حکام کی مذمت پر مبنی خطوط لکھتے، اور اس طرح سے ایک دوسرے شہر کے لوگوں نے خطوط لکھنا شروع کر دیا، اور ہر طرف اپنی رائے کو خوب پھیلا یا۔“

ابن عساکر تاریخ دمشق میں فرماتے ہیں: ”یہ شخص اصلاً یمن کا ایک یہودی تھا، اس نے ظاہری طور پر اسلام قبول کیا، اور مسلمانوں کو اپنے ائمہ کی اطاعت سے ہٹانے کے لیے، اور ان کے درمیان شر و فساد پھیلانے کے ارادہ سے اسلامی ممالک کے اسفار کیے، اور اس مقصد سے یہ شخص دمشق بھی آیا۔“ ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں اس شخص کے حالات و واقعات کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔^(۳)

اس طرح سے یہ فتنہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں بڑھا اور شدت اختیار کر گیا، یہاں تک کہ حالات قابو سے باہر ہو گئے اور نتیجتاً وہ سب کچھ پیش آیا جسے سارے لوگ جانتے ہیں۔ اور یہ یہودی خود حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں کہا کرتا تھا کہ: ”آپ رسول اللہ ﷺ کے وصی ہیں، اور نص صریح سے آپ کے بعد آپ کے خلیفہ ہونے کا ثبوت ہے۔“ اسی شخص نے سیدنا علیؓ کی وفات کے بعد دنیا میں دوبارہ آپ کی واپسی، نیز رسول اللہ ﷺ کی واپسی کی بدعت بھی لوگوں کے سامنے پیش کی (جیسا کہ یوشع علیہ السلام کے بارے میں یہ نظریہ بعض یہودیوں میں پایا جاتا ہے)۔ وہ اس بات کا دعویٰ کرتا تھا کہ علی کو قتل نہیں کیا گیا، اور یہ کہ

(۳) اس سے متعلق تفصیلی معلومات کے لیے امام ابن جریر طبری کی کتاب تاریخ الأمم

والمملوک ج ۴ ص ۱۳۲۰ اور اس کے بعد کے صفحات ملاحظہ فرمائیں۔ (الغوج)

آپ زندہ ہیں، اور آپ کے اندر خدا کا ایک جزء ہے، اور آپ ہی بادل کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں، اور بادل کی گرج آپ کی آواز ہے اور اس کی چمک آپ کا کوڑا ہے۔ یہ ساری تفصیل الخیطط میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

عبیدیوں کا تاریخی ارتقاء، عقائد، اور مختصر تاریخ

اس کے بعد علامہ مقریزیؒ رقمطراز ہیں: ”اسی ابن سبا سے روافش کے مختلف غالی فرقے پیدا ہوئے، اور ان لوگوں نے اسی شخص سے موت کے بعد امام کے دنیا میں لوٹنے کا عقیدہ اخذ کیا جیسا کہ آج تک امامیہ (آخری اثنا عشری امام) صاحب سرداب کے بارے میں یہ نظریہ رکھتے ہیں، اور اس نظریہ کا مطلب ہے تناسخ ارواح۔“ (۴) نیز اسی شخص سے انھوں نے یہ عقیدہ بھی لیا کہ علی ابن ابی طالبؑ کے بعد خدائی جزوائمہ میں حلول کر جاتا ہے، اور یہ لوگ اس کے ذریعہ وجوبی طور پر امامت کے مستحق ہو جاتے ہیں جس طرح سے آدم علیہ السلام ملائکہ کے لیے مسجود ہونے کے مستحق تھے۔ مصر میں فاطمی (عبیدی) خلفاء کے داعیوں کا اعتقاد اسی فکر کے مطابق تھا۔“ الخ یہی اعتقاد ہندوستان کے اسماعیلیوں کا بھی ہے، اور ان کی وہاں ایک یونیورسٹی بھی ہے۔ یہی نہیں؛ بلکہ تجاوز کرتے ہوئے وہ اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ بعض یونیورسٹی کے طلبہ اور اساتذہ کے ذریعہ آج کل ان لوگوں نے مصر میں اپنا پروپیگنڈہ بھی شروع کر دیا ہے، کیوں کہ قدیم زمانہ سے مصر پر ان کی نظر ہے، اس لیے کہ قاہرہ عبیدیوں کے زمانے میں ان کا دار السلطنت ہوا کرتا تھا، جنھیں بعض لوگ غیر حقیقت پسندانہ اور بے بنیاد طور پر فاطمیین کہتے ہیں۔ علی ابن ابی طالبؑ کا اس خبیث انسان کے متبعین کو ایک خندق کھود کر اس میں جلانا

(۴) تناسخ ارواح کا نظریہ یہود کی مقدس کتاب تلمود میں موجود ہے، حالانکہ یہ نظریہ انبیاء کی دعوت کے منافی ہے۔ (کوثری)

ملل و نخل اور تاریخ کی کتابوں میں کافی معروف ہے۔ ابن رزام (۵)، باقلانی، عبد القاهر البغدادی، ابن السمعانی، ابن الجوزی، سبط ابن الجوزی، ابن حجر، سخاوی، اور شمس الدین ابن طولون جیسے دیگر بہت سے اہل علم نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ لوگ فاطمی نہیں تھے (۶)، اگرچہ ابن خلدون، ابن الاثیر، اور مقریزی

(۵) موصوف کا پورا نام ابو عبد اللہ محمد بن علی بن رزام طائی کوئی ہے۔ جیسا کہ مسعودی نے اپنی کتاب التنبیہ والإشراف ص ۳۹۶ اور ابن الندیم نے الفہرست ص ۱۸۶ پر ذکر کیا ہے موصوف نے باطنی اسماعیلی فرقہ کے خلاف ایک تصنیف رقم کی ہے؛ بلکہ ابن الندیم نے اس کتاب سے اپنی کتاب میں کچھ عبارتیں بھی نقل کی ہیں، اور اسی طرح سے حافظ ذہبی نے بھی اپنی معروف کتاب سیر أعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۲۳ پر موصوف سے نقل کیا ہے۔ امام کوثری قواعد عقائد آل محمد کے مقدمہ ص ۶ پر فرماتے ہیں کہ میں نے ابن رزام کی کتاب کا ایک اچھا خاصہ حصہ استاذ حمدی سفر جلائی کی کتابوں کے مجموعہ میں دیکھا تھا؛ لیکن مجھے اس وقت اس بات کی اطلاع نہیں ہے کہ یہ حصہ کہاں ہے۔ (الغوج)

(۶) مؤرخ جمال الدین ابن طاہر ازدی متوفی ۶۱۳ھ کی شاندار کتاب أخبار الدولة المنقطعة ص ۵-۴ میں عبیدیوں کے نسب کے بطلان سے متعلق نہایت عمدہ کلام دیکھا جاسکتا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں: ”ان عبیدیوں کے فاطمی ہونے کا دعویٰ اور جھوٹ اس لیے مخفی رہا کیوں کہ یہ لوگ اپنی بادشاہت کے شروع میں جس دوران کہ یہ لوگ اپنے نسب کے پروپیگنڈے کر رہے تھے، جب بھی ان پر نکیر کرنے والا، یا ان کے مذہب پر طعن کرنے والا کوئی شخص ملتا، تو یہ لوگ فوراً اس کے سامنے ہدایا اور تحائف اور مال و مادی چیزیں پیش کر دیتے، اور ان سے اپنے بارے میں خاموشی اختیار کرنے کی درخواست کرتے۔ لیکن اگر کوئی ان کی یہ بات نہ مانتا، تو وہ مختلف حیلہ گری کے ذریعہ اس کے قتل کی کوئی سبیل نکالتے اور یہ ان کے مذہب اور عقیدے کا حصہ تھا۔ یہ حالت ان کے رؤساء اور قائدین کی تھی۔ رہا مسئلہ اس گروہ کے کم رتبہ لوگوں کا تو یہ لوگ ان

نے علامہ سخاویؒ کی الإعلان بالتوبیخ میں ذکر کئے گئے اسباب کی بنا پر ان کے نسب کو صحیح قرار دیا ہے۔ (۷)

کے پروپیگنڈے کے شکار ان کے داعیوں کی وجہ سے ہوئے۔ ایک لمبی مدت گذرتی رہی یہاں تک کہ ان کا دور ہم تک آپہونچا، اور ان کی حرکتیں تقریباً لوگ بھول گئے، اور ان سے صادر ہونے والی شاعتیں گویا لوگوں کے ذہنوں سے نکل گئیں۔ ان کے ایک سردار جس کو عزیز کے نام سے جانا جاتا تھا اس کے دور میں جب فتاح خسر و عضد الدولہ بغداد کا فرمانروا بنا تو ان کا جھوٹ پھیلنے لگا اور ان کی ہوا اکٹڑ گئی؛ کیوں کہ فتاح خسر و آل علی بن ابی طالب اور سادات و اشراف کو پوری دنیا سے اپنے پاس بلانے لگا، اور ان لوگوں سے ان عبیدیوں کے نسب کے بارے میں پوچھنے لگا؛ لیکن سارے کے سارے لوگ انکار کرنے لگے، اور سب نے ان سے براءت کا اظہار کیا، اور ان لوگوں کے دستخط بھی لے لیے گئے۔“ (الفوج)

(۷) فاطمیوں کے نسب کے بطلان سے متعلق تفصیل کے لیے ابن الندیمؒ کی الفہرست ص ۱۸۷، امام عبد القاہر بغدادیؒ کی الفرق بین الفرق ص ۲۸۳، ابن الجوزیؒ کی المنتظم فی تاریخ الملوك والامم حوادث ۵۴۰۲، سمعانیؒ کی الانساب ج ۱ ص ۲۵۵ مادہ اسماعیلی، علامہ سخاویؒ کی الإعلان بالتوبیخ لمن ذم التاريخ ص ۱۷۷، اور علامہ ابن طولونؒ کی اللمعات البرقية فی النکت التاريخية ص ۹۰ ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ذہبیؒ سیر أعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۱۴۲-۱۴۱ پر عبیدی سلطنت کے بانی عبید اللہ المہدی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ: أول من قام من الخلفاء الخوارج العبيدية الباطنية الذين قلبوا الإسلام وأعلنوا بالرفض وأبطنوا مذهب الإسماعيلية... وادعى هذا المدبر أنه فاطمي... والمحققون على أنه دعي. (یہ باطنی، عبیدی، خارجی خلفاء میں پہلا شخص ہے جو بغاوت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، اور جس نے اسلام کو تہ وبالا کر دیا، اور رافضیت کا کھلم کھلا اعلان کرنے لگا، اور باطن میں اسماعیلی مذہب کا معتقد ہو گیا۔ اس شقی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ فاطمی

حافظ ابو شامہؒ کتاب الروضتین میں (حوادث ۵۶۷ ہجری میں) تحریر فرماتے ہیں: ”یہ لوگ فاطمی نہیں تھے، یہ لوگ عبید کی جانب منسوب تھے جس کا نام سعید تھا، اور یہ شخص شام کے شہر حمص میں مقام سلمیہ میں رہنے والا ایک یہودی لوہار تھا۔“

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تاریخ میں (حوادث ۵۶۷ ہجری میں) لکھتے ہیں:

”ان کا سب سے پہلا بادشاہ مہدی تھا، جو سلمیہ کا ایک لوہار تھا۔۔۔ یہ شخص یہودی تھا۔ مغربی ممالک میں یہ شخص داخل ہوا اور وہاں اس نے اپنا نام عبید اللہ رکھ لیا، اور یہ دعویٰ ظاہر کر دیا کہ وہ شریف علوی فاطمی ہے، اور اپنے بارے میں اس نے یہ دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ وہ مہدی ہے۔“

حافظ ابن عساکرؒ تاریخ دمشق میں عبیدیوں کے فقیہ یعقوب ابن کلس کے بارے میں فرماتے ہیں: ”یہ شخص بغداد سے تعلق رکھنے والا، ایک مکار، غایت درجہ خبیث، حیلہ باز اور عیار، اور انتہائی ذہین انسان تھا“، پھر اس کے بعد اس کا وہ واقعہ بھی نقل کیا کہ اس شخص نے وزارت کی حرص میں کس طرح سے اسلام قبول کیا۔

ذہبیؒ نے تاریخ الإسلام میں اس گروہ کے ایک دوسرے فقیہ نعمان القیروانی^(۸) کے بارے میں لکھا ہے: ”اس شخص کی تصانیف اس کے زندیقیت،

ہے۔۔۔ حالانکہ محققین علماء کے نزدیک یہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ (انوار)

(۸) شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ عبیدی سلطنت کے رجال میں کوئی ایسا نہیں ہو گا جو عبیدیوں کی دعوت، ان کے عقائد، اور ان کے ائمہ کے احوال سے متعلق تصنیفی اور علمی خدمات میں نعمان کی ہمسری کر سکے کیوں کہ اس موضوع پر اس کی تقریباً پچاس تصانیف ہیں جن میں سے دعائم الإسلام، تاویل الدعائم، الإقتصار، اساس التأویل، افتتاح الدعوة، الأرجوزة المختارة، شرح الأخبار فی فضائل

اور دین سے خروج کی غماز ہیں، یا یہ شخص اپنی قوم سے منافقت کرنے والا ایک منافق ہے۔ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بدایک مغربی شخص اس کے پاس آیا، اور اس نے کہا: میں نے آپ کی دعوت — یعنی اسماعیلی ملحدوں کی دعوت — میں حصہ لینے کا عزم کر لیا ہے۔ اس پر اس نے کہا: تمہارے لیے کوئی چیز اس کا محرک بنی؟ اس نے جواب دیا: وہی چیز جو آں جناب کے لیے محرک بنی۔ اس پر اس نے کہا: ہم نے ان کی اچھی چیزوں میں بری چیزیں ڈال دی ہیں۔ تم اس میں کیوں آنا چاہ رہے ہو؟“ (۹)

امام ذہبیؒ کی العبر فی احوال من خبر (وفیات ۳۶۳ ہجری) اور ابن العرادؒ کی شذرات الذهب فی اخبار من ذهب میں اس شخص کے بارے میں مندرجہ ذیل تبصرے ہیں: ”قاضی ابو حنیفہ نعمان بن محمد بن منصور قیروانی ظاہراً شیعہ تھا؛ لیکن باطناً زندیق تھا، اور عبیدی سلطنت کا قاضی التتائہ تھا۔ ابتداء الدعوة، اور شیعہ فقہ کے موضوع پر ایک کتاب نیز بہت سی ایسی کتابیں تصنیف کیں جس سے اس شخص کے دین اسلام سے خروج کا علم ہوتا ہے۔ ان کتابوں میں یہ شخص

الأنمة الأطنار، المجالس والمسابرات وغیرہ مطبوع ہیں۔ تفصیل کے لیے استاذ ابراہیم شبوح کا المجالس والمسابرات پر مقدمہ ملاحظہ فرمائیں۔ (الفوج)

(۹) حافظ ذہبیؒ اس کے بارے میں سنیر اسلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۵۰ میں فرماتے ہیں: ”نعمان عبیدی سلطنت کا قاضی تھا، بڑا صاحب علم تھا؛ لیکن مرتد تھا۔ شروع میں یہ مالکی تھا؛ لیکن بعد میں باطنی مذہب قبول کر لیا، اور ان لوگوں کی تائید میں انس الدستور جیسی کتاب تصنیف کی، اور دین اسلام کو پس پشت ڈال دیا، اور مناقب اور مثالب کے موضوع پر کتابیں تصنیف کیں، اور علماء دین پر رد کیا، اور اسلام سے خارج ہو گیا۔ بڑا شقی اور بد نصیب ہے یہ شخص۔“ (الفوج)

قرآن کے معانی میں تبدیل و تحریف کرتا ہے۔ اس کی موت مصر میں رجب میں ۳۶۳ھ میں ہوئی، اور اس کے بعد اس کا بیٹا اس کا جانشین بنا۔“

تاریخ ابن کثیر میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ قاہرہ کے بانی، معزز عبیدی نے مشہور عابد ابو بکر النابلسی کو ذبح کرنے کے لیے ایک یہودی کے حوالے کیا تھا^(۱۰)، جس نے آپ کو اس حال میں ذبح کیا جب کہ آپ قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اس واقعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عبیدی سلطنت نسب اور عقیدہ کے اعتبار سے یہودیت کا نام ہے۔

جو لوگ حقائق سے آنکھیں بند کر کے ان عبیدیوں کے مداح نظر آتے ہیں یہ عام طور پر ایسے لوگ ہوتے ہیں جو متنبی اور ابوالعلا معری جیسے لوگوں کے نام کی تشہیر کرتے ہیں کیوں کہ ان کے اندر بھی ان دونوں سے ملتی جلتی کچھ صفات پائی جاتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان اخلاق اور دین کے اعتبار سے مستم شخصیتوں کے علاوہ اس

(۱۰) امام ذہبی "العبر فی خبر من غیر وفیات ۳۶۳ھ میں فرماتے ہیں: "اسی سال ابو بکر نابلسی شہید کی وفات ہوئی جنہیں مصر کے حاکم نے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔ شیخ نابلسی نے یہ کہہ دیا تھا: اگر میرے پاس دس تیریں ہوں، تو میں روم پر ایک تیر پھینکوں گا، اور بنو عبید پر نو تیر۔ اس بات کی خبر کمانڈر جوہر کو ملی۔ جب آپ کو بلایا گیا اور اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو آپ نے اعتراف کر لیا، اور ان کے سامنے سخت لہجہ میں ہم کلام ہوئے، جس کے بعد آپ کو قتل کر دیا گیا۔ موصوف نہایت عابد و زاہد، صالح اور حق گو انسان تھے۔“

حافظ ابو شامہ "کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین ج ۲ ص ۲۲۰ میں فرماتے ہیں: "ان لوگوں نے نابلسی کی کھال میں بھوسا بھر دیا تھا، اور آپ کو سولی پر لٹکایا گیا تھا۔ حافظ ابوالحسن دارقطنی آپ کو یاد کرتے اور روتے تھے، اور جس وقت آپ کی کھال نکالی جا رہی تھی تو آپ قرآن کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: کَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتَابِ مَسْطُورًا۔" اسراء، (۵۸) (النوح)

طرح کے لوگوں کو اسلام کی مشہور شخصیتوں اور عرب کے ادباء میں کوئی ایسا شخص ہی نظر نہیں آتا جو اتنی تعظیم کا مستحق ہو۔ میں سمجھتا ہوں یہ الحاد اور ملحدین کی تشہیر کے برابر ہے جس سے اہل ایمان کو ابا کرنا چاہیے۔

امام ابو بکر الباقلائی عبیدیوں کے بارے میں فرماتے تھے: ”یہ لوگ ظاہری طور پر رافضی اور باطنی طور پر خالص کافر تھے۔“ یہاں تک کہ آپ نے مصر میں کسی عبیدی قاضی کی کتاب البلاغ الأعظم والناموس الاکبر پر رد کرنے کے لیے کشف الأسرار و هتك الأستار تصنیف فرمائی۔^(۱۱)

آپ کے بعد حافظ ابو شامہ نے ان لوگوں کے بارے میں اپنی کتاب کشف ما کان علیہ بنو عبید من الکفر والکذب والمکر والکید تالیف کی۔

ان کے بارے میں ابن کثیر اپنی تاریخ (حوادث ۵۶۷، ہجری) میں فرماتے ہیں: ”یہ لوگ انتہائی مالدار خلفاء میں سے تھے، اور ساتھ ساتھ بے پناہ ظلم و زیادتی کرنے والے لوگ تھے۔ تمام سلاطین اسلام میں سیرت کے اعتبار سے سب سے

(۱۱) ابن الندیم الفہرست ص ۱۸۹ پر فرماتے ہیں: ”اسماعیلی باطنی فرقے کی کتابوں میں ایک کتاب ہے جس کا نام البلاغات السبعة ہے۔ بلاغ اول عوام کے لیے، بلاغ ثانی عوام سے تھوڑا اوپر کے طبقہ کے لیے، بلاغ ثالث ان لوگوں کے لیے ہے جن کے اس مذہب میں دخول کو ایک سال گزر چکا ہو، بلاغ رابع ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے دو سال سے اس مذہب کو اختیار کیا ہو، بلاغ خامس تین سال والوں کے لیے، بلاغ سادس چار سال والوں کے لیے، اور بلاغ سابع میں اس مذہب کا خلاصہ اور سب سے عظیم انکشاف موجود ہے۔“ محمد بن اسحاق کہتے ہیں: ”میں نے اس کتاب کو پڑھا ہے، اور اس میں محرمات کی اجازت، شریعت اور شریعت کے حاملین کی تحقیر کی گئی ہے۔“ (الغوج)

علامہ ابن الجوزی "المنتظم فی تاریخ الملوك والأمم میں لکھتے ہیں: "اس کے بعد حاکم کا ظلم مزید بڑھا یہاں تک کہ اس کے دل میں الوہیت کے دعویٰ کا خیال پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ بعض جاہل لوگ جب اسے دیکھتے تھے تو اسے یا واحدنا، یا احدنا، یا محی، یا میت جیسے کفریہ کلمات سے اسے پکارتے تھے۔"

جو لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ اس حاکم کی حکومت ۳۸۶ھ سے ۴۱۱ھ تک برقرار رہی، تو پھر ایسے لوگ اس حاکم کے مجنوں ہونے کے دعویٰ اور عذر کو انتہائی ناقابل توجہ نظریہ قرار دیتے ہیں۔ کیوں کہ عموماً یہ بات نامعقول ہے کہ ایک مجنوں حاکم کو پچیس سال کی طویل مدت تک برقرار رکھا جائے۔ اور اسی حاکم کی وجہ سے دروز میں اس کو خدا سمجھنے والوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی۔ خلاصہ الاثر کی تیسری جلد میں تمام مذاہب کے علماء کے احکام ان لوگوں کے بارے میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

تاریخ اسلام میں ہمیں عبیدی سلطنت کے علاوہ کوئی ایسی سلطنت نہیں ملتی جس نے عرب کی گردنوں پر صقالہ، صقلیوں، رومیوں، ازمنیوں، یہودیوں اور کتامیوں (۱۳) کی جماعت کو حاکم بنا کر بٹھادیا ہو۔ (۱۳) یہ بات انتہائی مضحکہ خیز اور ساتھ ساتھ درد

(۱۳) یہ نسبت کتامہ کی جانب ہے۔ کتامہ مغرب میں ایک بڑا بڑی قبیلہ تھا۔ قبائل برابر میں قوت و طاقت اور کثرت اور تعداد کے اعتبار سے یہ سب پر فائق تھے، اور انھوں نے عبیدیوں کا ساتھ دیا تھا۔ ابن خلدون کی تاریخ میں بھی ان لوگوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ تفصیل کے لیے ڈاکٹر موسیٰ لقبال جزائری کی کتاب دور کتامة فی تاریخ الخلافة الفاطمية ملاحظہ فرمائیں۔ (الفوج)

(۱۳) حافظ ذہبی نے اپنی کتاب سیر أعلام النبلاء میں ج ۱۵ ص ۱۴۱ سے ص ۲۱۵ تک پہلے عبیدی امام عبید اللہ سے لے کر ان کے آخری امام عاصد تک کے تمام اماموں کا ذکر

انگیز ہے کہ بعد میں کچھ ایسے لوگ آئیں جو ان جیسی شخصیات پر فخر کریں۔ جامع ازہر کا قدیم محراب ہندوستان کے ان بقیہ اسماعیلیوں کی نظر میں ایسے ہے جیسے کہ مسجد اقصیٰ کے لیے یہودی روتے ہیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ اسماعیلی اہل زمانہ کی غفلت کے ساتھ مصر میں کچھ پروپیگنڈے کرنے پر بھی قادر ہو گئے ہیں۔

گجرات میں اسماعیلیوں کی ایک یونیورسٹی ہے۔ جیسا کہ معروف ہے اس یونیورسٹی میں صرف ایسے طالب علم کو داخلہ ملتا ہے جو سرتاپا اسماعیلی ہو۔ یہاں کا ایک فاضل اچانک جامع ازہر کی جانب اپنے آپ کو منسوب کرنے لگتا ہے، اور اپنے آپ کو شافعی یا حنفی کہتا ہے۔ یہ شخص اسماعیلیوں کے لیے پروپیگنڈہ کرنے میں عجیب سرگرمیاں ظاہر کرتا ہے، یہاں تک کہ مجلہ الرسالہ کے شمارہ نمبر ۳۳۱ میں اپنے ایک مقالہ میں تمیم ابن المعز عبیدی کے دیوان کے بارے میں لکھتا ہے: ”اگر فاطمیوں کو وادی نیل میں اپنی عظیم سلطنت کے قیام کا موقع مل گیا، تو ہم ایک ایسی عربی ہاشمی سلطنت کے سایہ میں ہوں گے جو اس زبان اور اس کے لکھنے والوں اور اس کے مذہب کی حفاظت کرے گی۔“ لیکن یہ حقائق کو توڑنا مروڑنا ہے جیسا کہ میں نے مجلہ الاسلام کے (۳۶-۱۳۶۱ ہجری) کے شمارے میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ اور یہی نوجوان اپنے اسی مقالہ میں یہ بھی کہتا ہے: تمیم ابن المعز فاطمی کے بارے میں کہا گیا سب سے بہترین کلام ابن رشتیق کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں:

اصح واعلیٰ ماسمعناه فی الندی	من الخبر الماثور منذ قدیم
احادیث ترویها السيول عن الحیا	عن البحر عن كف الأمير تمیم

بالترتیب کیا ہے، اور ان کی مختلف حرکتوں اور شاعتوں کو بیان کیا ہے۔ عبیدی حکام کی

تعداد مجموعی طور پر ۱۴ تھی، جنہوں نے ۲۷۰ سال کی مدت تک یعنی ۲۹۷ھ سے

۵۶۷ھ تک حکومت کی۔ (انوار)

قدیم زمانہ سے سب سے صحیح اور بلند منقول واقعات جنہیں ہم نے سخاوت کے بارے میں سنا ہے وہ وہ واقعات ہیں جنہیں سیلاب بارش سے اور وہ سمندر سے اور وہ امیر تمیم کی ہتھیلی سے نقل کرتے ہیں۔ الخ

اس شخص نے ابن رشیق کا مدوح تمیم بن المعز عبیدی کو بنادیا حالانکہ ابن رشیق اس کے دور میں موجود ہی نہیں تھا کہ اس کے بارے میں یہ تصور کیا جاسکے کہ وہ تمیم کی تعریف میں ایسے زوردار مدحیہ قصائد پیش کر سکتا ہے۔ بلکہ اس کلام کا مخاطب ابن رشیق کا مدوح تمیم بن المعز بادیس ہے جس کی وفات بہت بعد میں ہوئی ہے۔ تدریخ ابن خلکان میں ان دونوں کے ترجمے کے درمیان صرف ایک لائن کا فرق ہے، اور اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ مدوح ابن بادیس ہے؛ لیکن پروپیگنڈے سے لوگوں نے دن کو رات اور رات کو دن بنادیا۔^(۱۵)

اس پر مستزاد یہ ہے کہ مجلہ الازہر کے ۱۳۵۷ھ کے تیسرے شمارہ میں ص ۱۸۰ پر تعصب سے دور رہنے کے مشورے کے درپردہ مندرجہ ذیل چیز ملتی ہے:

اختلاف مذاہب کے ساتھ ازہر ہر طرح کے مسلمانوں کا مرجع اور مرکز ہونا چاہئے، اور اس میں علوی مذاہب کی تدریس بھی جاری کی جانی چاہئے، جیسے مذہب زیدیہ، امامیہ، اور اگر اسماعیلی مذہب باقی ہے، تو یہ ان تمام میں سب سے زیادہ توجہ کا مستحق ہے۔

(۱۵) مؤلف کتاب علامہ کوثری نے اپنی کتاب المقالات ص ۱۲۷ پر حول فکرۃ التقریب بین المذاهب عنوان کے تحت اس اسماعیلی نوجوان کی ایک دوسری سرگرمی کی جانب اشارہ فرمایا ہے، اور وہ ہے ظاہری طور پر اہل سنت اور شیعوں کے درمیان تقریب، جس کا مقصد دراصل اہل سنت کو اپنے اصول و عقائد سے ہٹانا ہے۔ (انوار)

یہ جرأت اور بے باکی تو دیکھو، حالانکہ مقالہ نگار اسماعیلی فرقے کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔ مقالہ نگار کو کم از کم دارالکتب المصریہ میں محفوظ اسماعیلیوں کی کتابوں کا علم ہے۔ لہذا یہ ایک طرح کا سوچا سمجھا پروپیگنڈہ ہے۔ گویا مقالہ نگار یہ کہنا چاہتا ہے کہ ازہر اس طرح کی تجاوزات کے سامنے جھک جائے۔ اسی طرح سے ایک دور ایسا بھی تھا کہ کچھ لوگ یہ چاہتے تھے کہ ازہر سے سرکاری تعلیم کا خاتمہ ہو جائے؛ لیکن اللہ کی مدد سے ہمیشہ اس طرح کے ناپاک عزائم کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

اسماعیلیوں کے استقرار اور مضبوطی کا اندازہ کچھ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے لیڈر نے ایک پروگرام بنایا تھا جس کے تحت یہ لوگ مجوزہ اوقاف شہر میں شیر کے مالک تک ہوں گے۔ اسماعیلی لیڈر اور ازہر کے صدر کے درمیان گفت و شنید سے متعلق شائع کردہ محضر سے ان کی اس سلسلے میں مختلف سرگرمیوں کا علم ہوتا ہے۔ واقعی یہ سب دورِ حاضر کے عجائب میں سے ہے۔^(۱۶)

(۱۶) مؤلف کتاب امام کوثری نور اللہ مرقدہ نے عبیدیوں اور عموماً باطنی فرقے کے بارے میں علامہ حمادی کی کتاب کشف أسرار الباطنية وأخبار القرامطة، قواعد عقائد آل محمد، اور اسی طرح سے المقدمات الخمس والعشرون کے مقدمات، اور المقالات ۱۰۱-۱۰۰ پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔ (انوار)

یہود کی سازشیں

یہود کے عنانی گروپ کا پیشوا جو عاتن (راس الجالوت) سے مشہور ہے جو کہ مشرق سے عباسی خلیفہ منصورؒ کے دور میں آیا تھا، اور اسی طرح سے منصورؒ کا معاصر یہودی عیسوی گروہ کا پیشوا، ابو عیسیٰ اسحاق بن یعقوب اصفہانی دونوں ہی یہ پروپیگنڈہ پھیلاتے تھے کہ محمد ﷺ نبی مرسل ہیں؛ لیکن آپ کی بعثت صرف عربوں کی جانب ہوئی ہے۔ یہ دونوں اس عقیدے کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ انگیزی کرنا چاہتے تھے، اور اسی طرح سے عرب اور دیگر ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کے درمیان موجود اخوت و بھائی چارہ کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے؛ حالانکہ قرآن اعلان کر چکا ہے: **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ** حجرات: ۱۰ (یعنی تمام اہل ایمان آپس میں بھائی ہیں۔) جب کہ قرآن کریم کی نص صریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کی بعثت بحیثیت بشیر و نذیر پورے عالم میں بسنے والے تمام انسانوں کے لیے ہوئی ہے۔ لہذا نسل پرستی کا نعرہ اور اسلامی اخوت کا فقدان ان جیسے عیار یہودیوں کے مکر و فریب کا ایک حصہ ہے۔ ایسے پروپیگنڈوں سے صرف وہی لوگ دھوکہ میں آسکتے ہیں جو نظر بصیرت سے محروم ہو چکے ہیں اور قدیم جاہلیت کے صحرا میں ابھی تک ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔

اسلامی ممالک میں بعض ایسے یہودی بیدہ ہوئے ہیں جو طب و فلسفہ میں مہارت رکھتے تھے؛ لیکن ان میں تین ایسے یہودی گندے ہیں جن کی مختلف کتابیں ہیں اور وہ اسلامی موضوعات سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کے لیے خاصی اہمیت رکھتی ہیں۔ اسی لیے ہم ان تینوں پر ایک سرسری نظر ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں۔ یہ ہیں: **لین کونہ، لین میمون، اور لین ملک**

یہودی ابن کمونہ

ابن کمونہ (ت ۶۸۳ھ) کا پورا نام ونسب عزالدولہ سعد بن منصور بغدادی ہے۔ یہ شخص ایک کھلم کھلا ملحد تھا۔ اس نے تنقیح الأبحاث للملل الثلاث^(۱۷) نام کی ایک کتاب تصنیف کی جس میں نبوت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اس نے تینوں مذاہب کو تباہ کرنا چاہا۔ یہ اپنی کتاب میں ”میں اور میرے دشمن“ جیسی عبارتیں استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس شخص نے دیگر مذاہب کو تباہ کرنے سے پہلے اپنے آپ ہی کو تباہ کر لیا۔ چنانچہ بغداد کی عوام اس ملحد کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی، اور لوگوں نے اسے قتل تک کرنے کا ارادہ بنالیا؛ لیکن اسے ایک ایسا شخص ہاتھ آگیا جو اسے ایک صندوق میں ڈال کر اس کے بیٹے تک مقام حلہ میں خفیہ طور پر منتقل کرنے میں کامیاب ہو گیا، جہاں اس نے چند دن تک قیام کیا؛ لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد اسے قتل کر دیا گیا جیسا کہ عظیم مؤرخ، عبدالرزاق فوطی نے اپنی کتاب الحوادث الجامعة في المائة السابعة^(۱۸) میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

(۱۷) یہ کتاب کیلیفونیا یونیورسٹی میں ۱۹۶۷ء میں یہودی اسکالر موش پرلمین (Moshe

Pearlman) کی تحقیق سے شائع کی گئی۔ اس کے بعد دوبارہ اس کا منصور نسخہ قاہرہ میں

دار الانصار کے ذریعہ طبع کیا گیا۔ اس کتاب کے مخطوط نسخوں میں سے ایک نسخہ ڈبلن

میں ۹۳ صفحہ میں ۲۹۶۵ نمبر کے ساتھ تشریعی کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ (الفوج)

(۱۸) ڈاکٹر مصطفیٰ جواد نے ۱۹۳۲ء میں بغداد میں اپنی جوانی میں اس کتاب کو اپنی تحقیق کے

ساتھ شائع کیا تھا، اور موصوف نے جس اصل مخطوط نسخہ پر اعتماد کیا تھا اس میں بہت

اس طرح سے اس بد نصیب کو دینی و دنیاوی دونوں طرح کے خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔ اس آخری دور میں اس یہودی ملحد کا ایک مرید پیدا ہو گیا ہے جس کا نام جمیل صدیقی زہاوی^(۱۹) ہے، اور اس کے پاس ابن کمونہ کی ایک کتاب محفوظ ہے جس پر یہ

سے مقامات پر عبارتیں مٹی ہوئی تھیں۔ موصوف نے شروع میں اپنی تحقیق کے مطابق یہ ترجیح دی کہ یہ کتاب ابن الفوطی ہی کی ہے۔ لیکن پھر بعد میں اس کتاب پر مزید نظر ثانی کی اور کافی ریسرچ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ مطبوع نسخہ جو انھوں نے نشر کیا ہے اس کتاب کا نسخہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر جواد نے اس کے بہت سے اسباب کا ذکر کئے ہیں جن میں بعض کا ذکر موصوف نے ابن الفوطی کی کتاب تلخیص مجمع الآداب فی معجم الالقباب کے اپنے تحقیقی مقدمہ میں کیا ہے۔ لیکن تلخیص مجمع الآداب میں موجود ابن کمونہ کے ترجمہ میں اس کے علوم کی تعریف کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس سے ان کی ملاقات ممکن نہ ہو سکی۔

ابن الفوطی کی جانب غلطی سے منسوب کردہ اسی نسخہ کو ڈاکٹر بشار عواد معروف اور عماد عبد السلام رؤوف نے دوبارہ کتاب الحوادث لمؤلف من القرن الثامن الهجري کے عنوان سے نہایت نفیس اور علمی تحقیق کے ساتھ شائع کیا ہے، کیوں کہ اس کتاب کو کافی علمی اہمیت حاصل ہے، اگرچہ آج تک اس کا مؤلف نامعلوم ہے۔ (الفوج)

(۱۹) جمیل صدیقی زہاوی عراق کا ایک فلسفی شاعر تھا۔ اس کی وفات ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں بغداد میں ہوئی۔ استاذ محمد کرد علی المعاصرون ص ۱۶۱-۱۴۸ پر فرماتے ہیں: ”مصر میں میرے پاس اس نے اپنے متعدد اشعار بھیجے جن میں اس نے ادیان کی توہین کی ہے۔۔۔ بغداد سے اس نے میرے پاس اپنے قصائد کا مجموعہ بھیجا جن میں بد تمیزی اور حماقت کی مختلف چیزیں شامل تھیں۔۔۔ زہاوی شذوذ اور مخالفتِ جمہور کا نہایت شیدائی ہے۔ اس نے کچھ نئے عربی حروف ایجاد کئے ہیں اور اس کا دعویٰ ہے کہ ہمارے موجودہ اور متداول حروف کتابت کے لائق نہیں ہیں۔ چنانچہ جس کو بھی اس کی اطلاع ملی وہ ہنسے بغیر نہ رہا۔ زہاوی کا کہنا تھا: عربی اشعار میں توانی کی قید پائی جاتی ہے،

خوب فخر کیا کرتا ہے۔ اسی طرح سے رصافی (۲۰) بھی ایک معروف ملحد ہے۔

اس کی وجہ سے اس نے شعر کی ایک ایسی صنف ایجاد کی جس میں کسی قافیہ یا وزن کی ضرورت نہ پڑے۔ لیکن اس کی یہ ایجاد بھی بری طرح سے ناکام ہو گئی۔ یہ شخص یہ بھی کہتا تھا کہ تصنیف و تالیف میں فصیح عربی کے علاوہ عامی زبان استعمال کی جانی چاہئے؛ لیکن اس کی بات کو سننے والا کوئی بھی نہ ملا۔ اس طرح کے اور بھی اس کے متعدد نظریات ہیں جس کے ذریعہ اس کا مشاعرہ و عادت اور ادیان و مذاہب کی مخالفت ہے۔ یہ شخص اپنے افکار کی اشاعت میں کافی جرات مند ہے۔ بچپن سے بڑھاپے تک یہ شخص شذوذ کی ڈگر پر چلتا رہا، اور یہ سب اس نے اس لیے کیا تا کہ اسے فلسفی اور مجدد کہا جائے۔“ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: الأعلام ج ۲ ص ۱۳۷ اور معجم المؤلفین ج ۱ ص ۵۰۵، اور ج ۳ ص ۱۹۹

زہاوی کی شخصیت کے شذوذ کی سب سے بڑی دلیل خود زہاوی کا اپنا بیان ہے۔ یہ خود اعتراف کرتے ہوئے اپنے ہی قلم سے لکھتا ہے کہ مجھے بچپن میں میری غیر مانوس حرکتوں کی وجہ سے مجنوں کہا جاتا تھا، اور جوانی میں کثرتِ لہو و لعب اور اوچھاپن کی وجہ سے بیہودہ اور بہکی بہکی باتیں کرنے والا انسان کہا جاتا تھا، اور ادھیڑ عمری میں ہر قسم کی پابندی سے مزاحمت کی وجہ سے گستاخ کہا جاتا تھا، جب کہ بڑھاپے میں اپنے فلسفیانہ آراء کے اظہار کی بنا پر مجھے زندیق کہا جاتا تھا۔ اس کا یہ بیان دمشق سے شائع ہونے والے مجلہ المجمع العلمي العربی کے ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۸ء، ج ۵ ص ۲۹۸-۲۹۲ کے شمارہ میں شائع ہوا۔ اس کے بعض وہ اشعار جس سے اس کے الحاد کا پتہ ملتا ہے وہ ہیں جنہیں شیخ الاسلام مصطفیٰ صبریؒ نے اپنی کتاب موقف العقل والعلم والعالم من رب العالمین ج ۲ ص ۲۳۳ میں ذکر کیا ہے:

لما جهلت من الطبيعة امرها واقتت نفسك في مقام مغل

اثبت ربا تبتغي حلا به للمشكلات، فكان أكبر مشكل (التوج)

(۲۰) علامہ زرکلیؒ الأعلام ج ۷ ص ۲۷۹ میں فرماتے ہیں: ”معروف بن عبد الغنی رصافی

بغدادی متوفی ۱۹۳۵ھ-۱۳۶۲ء اپنے وقت میں عراق کا شاعر تھا۔ ایک زمانے تک

امام وقت، فقیہ و اصولی، علامہ منظر الدین احمد بن علی بن تغلب ساعاتی بغدادی متوفی ۶۹۴ھ نے ابن کمونہ کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام

رصافی اور زہاوی کے درمیان مقابلہ آرائی چلتی رہی، اور ایک دوسرے کی جھوگوئی بھی۔ پھر ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی الگ راہ اختیار کر لی۔ رصافی نے شاعری کو اپنی کاوش کا میدان بنالیا جب کہ زہاوی نے فلسفہ کو اپنا موضوع بنالیا۔ ”معروف رصافی کی حیات سے متعلق مزید تفصیل کے لیے علامہ کرد علی کی کتاب المعاصرون ص ۴۴۰ اور عمر رضا کمالہ کی معجم المؤلفین ج ۳ ص ۸۹۸ ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے دیوان میں مطبوع اس کے قصیدہ موسوم بحقیقتی السلبیۃ کے ابیات سے اس کے الحاد کا پتہ ملتا ہے جس میں اس نے اپنی آراء اور عقائد کا اظہار کیا ہے: اس کا کلام مندرجہ ذیل ہے:

ولست من الذین یرون خیراً	باقیاء الحقیقۃ فی الخفاء
ولا ممن یری الأذیان قامت	بوحی منزل للأنبیاء
ولکن هن وضع وابتداع	من العقلاء أرباب الدہاء
ولست من الألی وهموا وقالوا	بأن الروح تعرج للسماء
ولا ممن قد ارتبطوا بماضی	فعاشوا ينظرون إلى الوراء
ولا ممن إذا وبنوا استعاذوا	بتمتۃ الدعاء من الوباء
ولا من معشر صلفوا وصاموا	لما وعدوه من حسن الجزاء
ولا ممن یرون الله یجزی	على الصلوات بالحدود الوضاء
ولست من الذین یرون فضلاً	کبیراً للرجال علی النساء

موقف العقل ج ۱ ص ۲۹۰ میں مصطفیٰ صبریؒ فرماتے ہیں: ”رصافی ایک اباحت پسند اور آزاد خیال شخص تھا اور ہمیشہ ہر ممکن طریقہ سے شہوت رانی کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آزادی نسواں کے علمبردار اور داعی حضرات کی حقیقت اور نیت کیا ہے۔“ (النوج)

الدر المنضود فی الرد علی فیلسوف الیہود رکما ہے۔ (۳۱) منہج اور فلسفہ کے موضوع پر ابن کمونہ کی متعدد تصانیف ہیں۔ انہیں کتابوں میں سے ایک شہاب الدین سہروردی مقتول کی تصنیف التلویحات کی شرح ہے۔ (۳۲)

(۲۱) اس کتاب کا ذکر امام ابن الساعی کی تصانیف میں حافظ ابن قلوبغا حنفیؒ نے نتائج التراجم ص ۹۵ اور ابن تغری بردیؒ نے المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی ج ۱ ص ۳۲۱ پر کیا ہے۔ اسی طرح سے ابن کمونہ پر رد کرنے والے علماء میں دو اور اہم نام ہیں: امام زین الدین سرہباج بن محمد ملطی، اردنی شافعی متوفی ۷۸۸ھ جنہوں نے ابن کمونہ کی کتاب تنقیح الأبحاث فی البحث عن الملل الثلاث کے رد میں اپنی کتاب نبوض حثیث النیود إلی بحوض خبیث النیود تصنیف فرمائی جیسا کہ حاجی خلیفہؒ نے کشف الظنون ج ۱ ص ۳۹۵ اور ج ۲ ص ۱۹۹ پر ذکر کیا ہے، اور دوسرے علامہ ابو الحسن بن ابراہیم اردنیؒ ہیں جنہوں نے الأبحاث میں ابن کمونہ کے تمام باطل اقوال کا رد کیا ہے۔ (انوار)

(۲۲) اس کتاب کا ایک مخطوط نسخہ ڈبلن میں تشریفاتی کی لائبریری میں ۲۱۶ صفحہ میں ۳۵۹۸ نمبر کے ساتھ موجود ہے۔ اسی کتاب کے ایک اور مخطوط نسخہ کا دوسرا اور تیسرا جزء اسی لائبریری میں ۲۲۷ صفحہ میں ۴۶۱۲ نمبر کے ساتھ موجود ہے۔ اسی طرح سے اس کتاب کا ایک تیسرا نسخہ استنبول میں آیا صوفیا میں بھی موجود ہے۔ آیا صوفیا میں ابن کمونہ کی ایک اور کتاب شرح الإشارات والتنبیہات لابن سینا بھی موجود ہے۔ (الغوج)

یہودی موسیٰ بن میمون (۲۳)

ابو عمران موسیٰ بن میمون اندلسی نے ابن رشد اور ابن خنسل (۲۳) جیسے فلاسفہ کے یہاں علم فلسفہ میں مہارت حاصل کی۔ یہ شخص فلسفہ کی ذات کو جسمیت اور حوادث کی مشابہت سے تنزیہ کے عقیدے پر برقرار رہا اور یہود کی کتب میں موجود صراح قسم کی تشبیہ و تجسیمی نصوص کی تاویل کر رہا، یہاں تک کہ یہ یہودیوں کی ایک جماعت کا پیشوا اور قائد بن گیا۔

اس شخص نے اپنی کتاب دلالة الحائرين (۲۴) میں متکلمین اسلام کے خلاف

(۲۳) ابن میمون کی حیات سے متعلق معلومات کے لیے جمل الدین قسطلی کی تلخیص الحکماء ص ۳۶۱-۳۷۱ اور ابن نعیری کی تلخیص مختصر قسطلی ص ۴۱۷ ملاحظہ فرمائیں۔ (افقوج)

(۲۴) ابن خنسل کو فلسفہ، ریاضیات، فلکیات، طب اور ادب کے موضوعات پر ایک مستند اتھارٹی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسے عرب کے اہلبائی عظیم اور عبقری مفکرین کی قبرست میں شہر کیا گیا ہے۔ اسی طرح سے ابن رشد کو عالم اسلام میں صدیوں سے فلسفہ، طب، فقہ، فلکیات، فزکس اور قضاء میں ایک قد آور شخصیت گردانا گیا ہے۔ ابن رشد مائیکہ المذہب اور اشعری الاعتقاد تھے۔ ابن خنسل اور ابن رشد کے درمیان علمی مذاکرات اور مباحثات بھی ہوئے ہیں۔ عصر حاضر میں ان دونوں ہی شخصیات پر یورپ اور عالم عرب میں متعدد تحقیقی مقالات، اور رسائل لکھے گئے ہیں۔ (انوار)

(۲۵) یہ کتاب عربی اور عبرانی مخطوطوں کو سامنے رکھتے ہوئے ترکی اسکالر ڈاکٹر حسن بیٹی کی تحقیق سے ترکی سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اس کا مصور نسخہ قاہرہ میں مکتبہ الشفاء

افسوسناک بات ہے کہ شیخ ابن تیمیہ حرائی نے اپنی معروف کتاب بیان موافقة صریح المعقول لصحیح المنقول^(۲۷) میں جہت سے ذات باری کی

انتہائی نفیس اور پر مغز مقدمہ دیکھا جاسکتا ہے۔ ابن میمون کے یہ مقدمات امام کوثری کے حاشیہ کے ساتھ المقدمات الخمس و العشرون کے عنوان کے تحت مطبعة السعادة مصر سے ۱۳۶۹ھ میں شائع کئے گئے۔ اس ایڈیشن کے بعد بھی بعض اور مکتبات نے اسے شائع کیا۔ بعض جاہل قسم کے سلفیوں نے امام کوثری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ شخص یہودیوں کی کتابوں کی نشر و اشاعت کر کے یہودی افکار کو فروغ دے رہا ہے؛ لیکن کون سمجھائے ان نام نہاد سلفیوں کو جو اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ امام کوثری کا اس کتاب کی اشاعت سے مقصد اس کے باطل افکار کی پرزور تردید تھی۔ ظاہر ہے اگر کافی دشمنی رد کے ساتھ امام کوثری نے اس کتاب کو شائع کیا، تو اس میں کسی طرح کا اعتراض نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ اس طرح کے علمی ردود سے غیر معمولی فائدے کی امید ہے۔ (انوار)

(۲۷) ابن تیمیہ کی اس کتاب کا دوسرا نام درء تعارض العقل والنقل، تیسرا نام بیان موافقة العقل الصریح للنقل الصحیح، چوتھا نام الجمع بین العقل والنقل، پانچواں نام الجمع بین المعقول والمنقول، جب کہ چھٹا نام رد تعارض العقل والنقل ہے۔ حافظ ابن تیمیہ کے شاگرد رشید ابن عبد البہادی العقود الذریۃ ص ۲۴ میں فرماتے ہیں کہ (وہو کتاب حافل عظیم المقدار، ردّ الشیخ فیہ علی الفلاسفۃ والمتکلمین). یعنی یہ ایک ضخیم اور عظیم الشان کتاب ہے جس میں شیخ نے فلاسفہ اور متکلمین پر رد کیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ کے علوم کے وارث و ناشر حافظ ابن القیم اپنی کتاب طریق الہجرتین و باب السعادتین ص ۳۲۸ میں فرماتے ہیں: فإنہ کتاب لم یطرق العالم لہ نظیر فی بابہ، فإنہ ہدم فیہ قواعد اہل الباطل من أساسہا، فخرت علیہم سقوفہ من فوقہم، وشد فیہ قواعد اہل السنۃ والحديث، وأحکمہا ورفع أعلامہا، وقررہا بمجامع الطرق التي تقرر بها الحق من العقل والنقل والفطرة، فجاء کتابا

تزیہ کے مسئلہ میں علامہ آمدیؒ پر رد کرتے ہوئے اس خاص مقدار کے واجب ہونے میں ابن میمون کے نظریہ کو اپنایا ہے؛ حالانکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ابن میمون کی رائے خاص مقدار سے متعلق بدیہی البطلان ہے۔ اسی طرح سے ابن تیمیہؒ نے متغیر معلوم سے متعلق علم اور ارادہ کے تغیر کے جواز میں ابن ملکا کی رائے اخذ کی ہے حالانکہ نفس صفت میں تغیر حدوث موصوف کا موجب ہے، یہاں تک کہ ابن ملکا نے اس تزیہ سے تزیہ کے وجوب کا دعویٰ کیا ہے، حالانکہ اس کی یہ منطق قیاس الغائب علی الشاہد پر مبنی ہے، اور یہ اللہ کی ذات میں حلول حوادث کے جواز کو مستلزم ہے، جو کہ فلاسفہ اور متکلمین دونوں ہی کے یہاں بیک وقت محال ہے۔ یہ شخص اس حالت میں بھی بظاہر اسلام قبول کرنے کے باوجود اپنی قدیم یہودی تشبیہ کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ متکلمین میں سے جو حضرات تغیر تعلق کے قائل ہیں اس سے ان کی مراد تغیر صفت نہیں ہے جیسا کہ اس بحث کو علماء نے اپنی جگہ پر واضح کر دیا ہے۔

لا یتغنی من نصیح نفسه من اهل العلم عنه (یعنی یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی نظیر اس موضوع پر کوئی عالم آج تک پیش نہیں کر سکا۔ اس میں مصنف نے اہل باطل کی بنیادوں کو جڑ سے منہدم کر دیا ہے، جس کی وجہ سے ان کی چھتیں اوپر سے ان پر گر گئیں۔ اس میں آپ نے سنت اور حدیث کے اصول و قواعد کو مضبوط اور طاقتور بنا دیا ہے، اور اس کا پرچم بلند کر دیا ہے، اور تمام طریقوں سے اس کو ثابت شدہ بنا دیا ہے جس کی وجہ سے عقل، نقل اور فطرت میں موجود حق پورے طور پر جلوہ گر ہو چکا ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس سے ہر وہ صاحب علم جو اپنے لیے خیر خواہی چاہتا ہے مستغنی نہیں ہو سکتا۔) اس کتاب میں حافظ ابن تیمیہؒ نے علو، جہت، استواء، حدوث عالم، تزیہ، اور معاد جیسے اہم اعتقادی موضوعات پر گفتگو کی ہے۔ (انوار)

یہی نہیں؛ بلکہ ابن تیمیہ حرائی نے علم اور ارادہ سے متعلق ابن ملک کی رائے میں مزید توسیع کی اور اسے حرف، صوت، مس، مشی، قعود، حرکت، حد، اور جہت وغیرہ کو بھی انتہائی گستاخی کے ساتھ اسی میں شامل کر لیا، اور اس طرح سے ابن تیمیہ سیدھی ڈگر سے منحرف ہو گیا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے علم اور ارادہ میں کسی قسم کا کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا، کیوں کہ یہ دونوں چیزیں نہ زمانی ہیں نہ مکانی جیسا کہ شہودی چیزوں میں ہوتا ہے؛ بلکہ اللہ کا علم حضوری ہے جس میں کسی زمانی یا مکانی تقدم و تاخر کا کوئی امکان نہیں ہے، کیوں کہ اللہ کی ذات اس سے پاک و برتر ہے۔ اسی طرح سے اللہ زمان اور مکان کی وسعتوں میں موجود بلا کسی تقدم و تاخر کے ثابت شدہ اور موحد شکل میں ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ لہذا اللہ کے علم اور ارادہ میں کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی بڑے کھمبے پر متوازی انداز میں مختلف رنگ کے نقوش اور دھاریاں موجود ہوں، اور اس میں سے کسی ایک رنگ کی دھاری پر ایک چیونٹی رکھ دی جائے، تو وہ چیونٹی یہ سمجھے گی کہ وہ مثلاً ایک کالے صحرا میں چل رہی ہے، اور پھر جب اس کے بعد وہ سفید رنگ کی جانب منتقل ہوگی تو اسے ایسا لگے گا کہ اب وہ سفید صحرا میں چل رہی ہے۔ اور اسی پر اور دیگر رنگوں کو قیاس کر سکتے ہیں۔ چیونٹی کی نظر کی کمزوری اور عاجزی کی وجہ سے تقدم و تاخر پایا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف ہم اپنی نظر سے ان تمام رنگوں کو ایک ہی بار میں بلا کسی تقدم و تاخر کے دیکھ سکتے ہیں۔ تو جب ہماری یہ حالت ہے کہ ہم کچھ خاص حد تک بلا تقدم و تاخر کے دیکھ سکتے ہیں، تو پھر اس خدائے برتر کا کیا کہنا؟ ہر وہ چیز جو اللہ کی ذات سے متعلق ہے وہ ہمارے اندر موجود چیزوں سے بالکل مختلف ہے، لہذا اللہ کی ذات

میں زمان اور مکان کی قید غیر متصور ہے: نہ ہی اس کے علم میں اور نہ ہی اس کے ارادہ میں۔ تعجب ہے کہ شیخ حرائیؒ نے ان دونوں یہودیوں کے یہاں موجود سب سے بدترین گمراہی میں ان کی تقلید کی ہے۔ اس میں واقعی عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے سامانِ عبرت ہے۔ موسیٰ بن میمون کی موت ۶۰۰ یا ۶۰۵ھ میں مصر میں ہوئی۔ اس کے بارے میں کافی کلام ہے۔

ابو حیان اندلسیؒ اپنی تفسیر ج ۷ ص ۷۲ پر موسیٰ بن میمون کے بارے میں فرماتے ہیں: ”یہ شخص مصر میں اپنے زمانہ میں یہود کا لیڈر تھا۔ اس یہودی نے پہلے اسلام ظاہر کیا اور اندلس سے رحلت کر کے عبیدی سلطنت کے دور میں مصر آیا، اور یہ عبیدی لوگ کسی شریعت کے پابند نہیں تھے۔ یہاں ابن میمون یہودیت کی جانب دوبارہ لوٹ گیا، اور لوگوں سے یہ بتانے لگا کہ اس سے جبراً اسلام قبول کر دیا گیا تھا، اور لوگوں نے اس کی یہ بات مان بھی لی۔ اس نے یہودیوں کے لیے دلالت الحائرین نامی ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔ ابن میمون نے جو کچھ علم حاصل کیا، وہ زیادہ تر علماء اندلس کی مجالس میں حاضری اور ان کی صحبت سے حاصل کیا۔ مصر میں آج تک اسی کی نسل کے لوگوں کے ہاتھ میں یہود کی زمامِ قیادت ہوتی ہے۔“

یہودی ابوالبرکات ابن ملکا^(۲۸)

ابن ملکا کا پورا نام ہبۃ اللہ بن ملکا بغدادی ہے، اور اس کی موت ۵۴۷ھ میں واقع ہوئی۔ اس کی ایک تصنیف ہے جس کا نام ہے المعتبر۔^(۲۹) اس نے اپنی زندگی

(۲۸) ابن ملکا کی حیات سے متعلق تفصیلی معلومات کے لیے جمال الدین قفطی کی تاریخ الحکماء ص ۳۴۶-۳۴۳، ابن ابی اصیبعہ کی عیون الانبیاء فی طبقات الأطباء ص ۳۷۴، ابن العبری کی تاریخ مختصر الدول ص ۳۶۴، زرکلی کی الأعلام ج ۸ ص ۷۴، اور ابن خلکان کی وفيات الأعیان ج ۶ ص ۷۴ ملاحظہ فرمائیں۔ (الغوج)

(۲۹) یہ کتاب حکمت کے موضوع پر ہے۔ ۱۳۵۸ھ میں دائرة المعارف العثمانیہ، حیدرآباد نے اسے تین جلدوں میں طبع کیا۔ اس کتاب کے بارے میں علامہ جمال الدین قفطی تاریخ الحکماء ص ۳۴۳ میں فرماتے ہیں: ”اس زمانہ میں اس موضوع پر لکھی گئی یہ سب سے عمدہ کتاب ہے۔“ لیکن امام کوثری کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں المقدمات الخمس والعشرون کے مقدمہ میں ص ۱۰ پر فرماتے ہیں: ”یہ شخص ذہانت اور حسن بیان کا مالک تھا، ساتھ ساتھ انتہائی عیار تھا، اور یہ بلاوجہ کا کلام کرتا رہتا ہے جس کے ذریعہ اس کا مقصد تلبیس ہوتی ہے۔ یہ اس کے ذریعہ اپنے کلام میں اپنے اصلی فرے سے موروثی طور پر حاصل کردہ عقیدہ تشبیہ کو گھسا مار رہتا ہے۔ وہ لوگ جو حقائق کی تہوں تک پہنچنے سے قاصر ہوتے ہیں، اور گہری بصیرت کے حامل نہیں ہوتے ہیں، ان کو اس کی تلبیسات متاثر کر دیتی ہیں۔ یہ شخص منطق، طبیعیات اور الہیات کے بعض مباحث میں فلاسفہ پر بظاہر رد کرتا ہے، اسی لیے بعض حشوی محدثین کے یہاں اللہ کی ذات میں حلول حوادث کے جواز سے متعلق اس کا باطل عقیدہ کسی حد

کا بیشتر حصہ یہودی مذہب کے مطابق گزارا۔ اور جب اس نے سنا کہ ابن فلح (۳۰) نے اس کی اپنے اس کلام سے ہجو کی ہے جسے ابن التلمیذ (۳۱) کے ذریعہ پڑھا گیا:

لنا طیب یهودی حماقتہ إذا تکلم تبدو من فیہ
یتیہ والکلب اعلیٰ منه منزلة کأنه بعد لم یخرج من التیہ

یعنی ہمارے یہاں ایک یہودی ڈاکٹر ہے جس کے بولتے ہی اس کی حماقت اس کے منہ سے ظاہر ہو جاتی ہے

یہ شخص گھمنڈ میں اترتا رہتا ہے؛ حالانکہ ایک کتابھی اس سے زیادہ بلند رتبہ ہے۔
ایسا لگتا ہے یہ ابھی تک میدانِ اتیہ سے باہر نہیں نکل سکا ہے۔

اس کلام کے بعد ذلت و رسوائی سے بچنے کے لیے اس نے بظاہر اسلام قبول کر لیا

تک قابل قبول ہو گیا۔“ (الغوج)

(۳۰) ابوالقاسم علی بن فلح عبسی ملقب بجمال الملک (۵۳۵-۴۷۱ بغداد) ایک انشاء پرداز اور شاعر تھا، اس نے اپنے کلام کے ذریعہ خلفاء اور امراء کی مدح سرائی کی، اور مختلف ممالک کے اسفار کئے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ابن خلکان کی وفيات الأعیان وانباء أبناء الزمان ج ۳ ص ۳۸۹، اور ابن الجوزی کی المنتظم فی تاریخ الملوک والأئمہ (وفیات ۵۳۳) وغیرہ۔ (الغوج)

(۳۱) امین الدولہ ابوالحسن ہبہ اللہ بن صاعد معروف بابن التلمیذ (۵۶۰-۴۶۵ بغداد) ایک نصرانی حکیم تھا، اور طب اور ادب میں مہارت رکھتا تھا۔ نظم اور نثر دونوں ہی میں اس کو اچھی مہارت تھی۔ ملاحظہ فرمائیں زر کلی کی الأعلام ج ۸ ص ۷۲ اور یہیں اس کے ترجمے میں دیگر مراجع بھی دیکھے جاسکتے ہیں، اور ابن فلح کے ابیات جو اس نے پڑھے ہیں انھیں ابن خلکان کی وفيات الأعیان وانباء أبناء الزمان ج ۶ ص ۷۴ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ (الغوج)

تھا، اور اس کے دل میں کیا تھا اس کا حال اللہ ہی جانتا ہے۔

یہ واحد ایسا فلسفی ہے جس کے علمی دسترخوان سے ابن تیمیہؒ نے خوشہ چینی کی ہے، اور گویا ابن تیمیہؒ کو اس کے یہاں اپنی مراد مل گئی، اور اسے ذاتِ باری میں حلولِ حوادث کے امکان^(۳۲) کے نظریہ سے متعلق اپنا قد وہ بنا لیا۔ خدا کی ذات اس طرح کے افترا پر دازوں کی افترا پر دازی سے بری ہے۔

(۳۲) امام کوثریؒ المقدمات الخمس والعشرون کے مقدمہ ص ۱۰ پر فرماتے ہیں: ”تغیرِ علم سے تنزیہ کے وجوب کے قائلین پر ابن ملک نے رد کرتے ہوئے تفصیل سے کلام کیا ہے؛ لیکن ابن ملک جس اسلامی ماحول میں زندگی گزار رہا تھا اس سے خائف ہو کر اس مسئلہ میں اپنی پوری بات واضح کرنے کی جرأت نہ کر سکا؛ حالانکہ ذاتِ باری میں حلولِ حوادثِ فلاسفہ اور متکلمین دونوں ہی کے یہاں بیک وقت محال ہے۔ یہی نہیں؛ بلکہ ان حضرات نے عالم میں حوادث کے حلول کے ذریعہ حدوثِ عالم پر استدلال کیا ہے، تو پھر اس طرح کے حلول کو خالق کون جل جلالہ کے بارے میں کیسے جائز سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن ابن تیمیہؒ کو ابن ملک کی وجہ سے اپنی کتابوں بیان تلبیس الجہمیۃ فی تاسیس بدعہم الکلامیۃ، التسعینیۃ، السبعینیۃ، منهاج السنۃ النبویۃ، اور بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول میں دھوکہ ہو گیا۔ یہی نہیں؛ بلکہ اس نے حلولِ حوادث کے اس امکان کو اتنا وسیع کر دیا کہ اس نے ذاتِ باری میں استقرارِ مکانی، حرکت، حد، مس، قعود، کلام بالحرف والصوت اور دیگر حوادث کو منسوب کر دیا حالانکہ علماء حق کے نزدیک یہ انتہائی خطرناک عقیدہ سمجھا جاتا ہے۔“ (الفوج)

اسلام کے خلاف دشمنی کے مختلف طریقے (صلیبی جنگیں)

یہ بات تقریباً مسلم اور شک سے بالاتر ہے کہ انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں دین اسلام کو نقصان پہونچانے والے دشمنان اسلام کے مختلف قسم کے حیلوں کے تذکرہ سے اس دین کی جانب سے دفاع کرنے والے اور اس کی راہ میں مر مٹنے والے لوگوں کے لیے کافی بصیرت ملے گی جس سے وہ واضح طور پہنچہ آزمائی کے طریقوں سے واقف ہو سکیں گے۔ اسی لیے ان کی عداوت اور مخالفت کے مختلف حیلوں کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے، اور اس سے عبرت حاصل کرنا چاہیے، تاکہ ہم پوری طرح چوکندہیں۔

دشمنان اسلام نے کس طرح اس دین کے اندر گھس کر حیلہ بازیوں کے ذریعہ اسے نقصان پہونچانے کی کوشش کی، ہم نے اس کا تذکرہ پچھلے اوراق میں کر دیا ہے۔ اب ہم ان کی بعض ایسی عیارانہ سازشوں کو ذکر کریں گے جو انھوں نے خارجی طور پر کیں تاکہ ہم ان چند نمونوں کے ذریعہ ان کی دیگر بہت سی ساز باز، اندرونی گٹھ جوڑ اور ریشہ دوانیوں کو آسانی سمجھ سکیں۔

صلیبیوں کے متعصب گروہ کے واقعات سے تاریخ کی کتابیں لبریز ہیں۔ جب ان لوگوں نے یہ دیکھا کہ دین فطرت، اسلام، چار کھونٹ میں آباد تمام انسانی آبادیوں میں تیزی سے پھیل رہا ہے، اور خود ان کی اپنی سر زمین میں ان کے مذہب کا بقا موم اور مخدوش ہوتا جا رہا ہے، تو انھوں نے لگاتار صدیوں تک شرق اسلامی کے خلاف یلغار کرنے کے لیے اپنی ننگی تلواروں کو سوت لیا۔

ان کے حملے انتہائی شدت کے ساتھ پیہم انداز میں شروع ہو گئے۔ لیکن اسی وقت کچھار میں کچھ ایسے جواں مرد شیر تھے جو ان کے قابو سے باہر تھے، اور جنہوں نے ان کے چھکے چھڑا دیے۔ یہ ایسے مسلم حوصلہ مند افراد تھے جن کی غیرت کو لٹکا نہیں جاسکتا تھا۔ کیوں کہ اس زمانہ کے مسلمان غیور اور عزت پسند تھے جن کے دلوں میں اسلامی زندگی کی حلاوت صحیح معنوں میں جاگزیں ہو چکی تھی۔ ان کی روحوں میں اسلامی تعلیمات اس قدر پیوست ہو چکی تھیں کہ وہ ان کے دفاع کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار تھے، یہاں تک کہ اس کے لیے ہمیشہ مر مٹنے کے لیے اپنی جانوں کو اپنی ہتھیلیوں پر رکھ کر چلتے تھے۔ ان مسلمانوں کا اسلام رسم و رواج والا اسلام نہیں تھا؛ نیز ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہوتا تھا جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھنے والوں کے ساتھ نرم گوشہ رکھتا ہو، یا خیانت، کمزوری اور بزدلی کی وجہ سے دشمنوں کا ساتھ دینے لگے۔ یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ اس وقت دشمنانِ اسلام کے اپنے ناپاک عزائم کے حصول کی راہ میں سید سکندری بنے ہوئے تھے یہاں تک کہ دشمنانِ اسلام کو اٹے پاؤں واپس ہونا پڑا، اور مایوسی اور ناکامی کے سوا ان کو کچھ ہاتھ نہیں آیا۔

جب انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے بلند اصولوں اور بابرکت بیداری کو دیکھا، تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور یہ دم بخود ہو کر رہ گئے، اور خود ان کی سر زمین میں انہیں اپنا دین خطرہ میں محسوس ہونے لگا، جس کی بنا پر ان لوگوں نے اس مرحلہ میں اسلام کے خطرہ کو دور کرنے کے لیے مغربی ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کذب و افترا پر مبنی غلط فہمیاں پھیلانا شروع کر دیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد یورپ میں اکثر میدانوں میں ترقیات اس وجہ سے ہوئیں کہ ان خونریز جنگوں میں صلیبیوں کو مشرقی اقوام کے ساتھ رابطے کا موقع مل گیا۔

جھوٹے پروپیگنڈے

یورپ کی انھیں بیداریوں میں سے ایک کا تعلق لو تھریوں کا معروف دینی تجدید انجام دینا ہے، اگرچہ لو تھریت کی حقیقت اپنے باقی فرقوں کی طرح بت پرستی میں غرق ایک گروہ سے زیادہ تجاوز نہ کر سکی۔ اس مرحلہ میں ان لوگوں نے اسلام کے بارے میں جو من گھڑت واقعات اور جھوٹے پروپیگنڈے پھیلائے ہیں وہ حصر سے بالاتر ہیں اور ایک مہذب اور شریف انسان کی پیشانی اس طرح کے کھلم کھلا افترا پردازیوں سے شرم سے جھک جاتی ہے، جب کہ اسلام ان تمام چیزوں سے بالکل بری ہے یہاں تک کہ مشہور یورپی مصنف ہنری ڈی کاسٹری^(۳۳) اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی سماجوں میں اس طرح کی بے بنیاد جھوٹی باتوں اور پروپیگنڈوں کی اشاعت کے بارے میں تکلیف کا اظہار کیا کرتا تھا۔ ایک جگہ وہ لکھتا ہے:

”قرون وسطیٰ میں مذہبِ اسلام کے بارے میں یورپی حلقوں میں جو خرافات اور

(۳۳) علی بن نایف شحود اپنی کتاب موسوعة الدفاع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم میں فرماتے ہیں: ”کانٹ ہنری ڈی کاسٹری فرانسیسی فوج میں اعلیٰ منصب پر تھا، اور اس نے شمالی افریقہ میں ایک طویل وقت گزارا۔ اس کی تصانیف میں مصادر غیر منشورة عن تاریخ المغرب (۱۹۰۵ء)، الأشراف السعدیون (۱۹۲۱ء)، رحلة هولندي إلى المغرب (۱۹۲۶ء) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔“ (انوار)

افسانے مسلمانوں کے بارے میں پھیلانے گئے ہیں، اگر اس کی خبر مسلمانوں کو ہو جائے تو وہ کیا سوچیں گے۔ اس زمانہ میں جہالت، کھلی عداوت، اور بدترین تعصب کی وجہ سے لوگوں کے تصورات انہیں افسانوں پر مبنی تھے۔ “ہنری مزید لکھتا ہے: ”آج تک اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی حلقوں میں پھیلی بدینتی اور غلط فہمی ان کے بارے میں اس زمانہ میں شائع کی گئیں خرافات کے اثرات ہیں۔ ان صدیوں میں ہر عیسائی شاعر مسلمانوں کو بت پرستوں کی شکل میں پیش کیا کرتا تھا، اور وہ یہ کہتا تھا کہ مسلمانوں کے یہاں تین معبود ہوتے ہیں جن کے تین درجات ہوتے ہیں (۱) ماہون (۲) اوبلین (۳) ترماکان۔ یورپ کے یہ مصنفین یہ دعویٰ کرتے تھے کہ محمد ﷺ نے خود کسی نئے مذہب کو ایجاد کیا تھا اور وہ اپنے آپ کو خدا کہتے تھے۔ اور اس سے زیادہ بدترین اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ محمد ﷺ ایک ایسے شخص تھے جنہوں نے اپنا سونے کا ایک مجسمہ بنوایا اور لوگوں کو اس کی عبادت کی ترغیب دی، جب کہ محمد ﷺ کی عظیم شخصیت نے بت پرستی کو پاش پاش کرنے کے لیے اپنی پوری عمر کھپا دی، اور معبودانِ باطلہ کو چکنا چور کر کے ان کا وجود تک ختم کر دیا تھا۔ عیسائیوں نے اسپین میں جب مسلمانوں کو سر قسطہ کی باؤنڈری تک بھگا دیا تھا، تو اس وقت وہ لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے تھے کہ اب مسلمانوں نے اپنے بتوں کو ہٹا دیا ہے۔ وہ لوگ یہ جھوٹا پروپیگنڈہ اس لیے پھیلاتے تھے تاکہ مسلمانوں کے خلاف ان کا جھوٹا بت پرستی کا الزام لوگوں کے سامنے نہ آجائے، جبکہ یہ لوگ جس وقت مسلمانوں کے ممالک پر قابض ہوئے تو انہیں ان کی مساجد میں کوئی بت یا محسمے نہیں ملے۔ یہی نہیں؛ بلکہ اس زمانے کے

بعض عیسائی شاعر نے عیسائیوں میں مسلمانوں کے بارے میں مشہور وہ خرافات بھی اپنے ایک کلام میں پیش کیا جس میں وہ کہتا ہے: اوبلین جو مسلمانوں کا ایک معبود تھا، وہ دراصل ایک غار میں رہا کرتا تھا، مسلمانوں نے اس مارا پیٹا، اس کی توہین کی، اور اس پر لعنت بھیجی، اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے پیروں سے روندنا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اپنے دوسرے معبود ماہون کو ایک گڑھے میں پھینک دیا جہاں اسے سوروں اور کتوں نے روند کر چکنا چور کر دیا۔ دنیا کے کسی بھی معبود کی توہین اس قدر آج تک نہیں کی گئی۔ پھر اس کے بعد مسلمانوں کو اپنے کئے پر پچھتاوا ہوا، اور پھر سے ان لوگوں نے جن بتوں کو توڑ دیا تھا اسے از سر نو بنایا۔ بادشاہ شارل نے جب مسلمان سر قسطہ میں داخل ہوئے تو وہاں ہر مقام پر مسلمانوں کے بتوں کو تلاش کرنے کے لیے اپنے آدمیوں کو بھیجا۔ چنانچہ یہ لوگ مسجدوں میں داخل ہوئے اور لوہے کے ہتھوڑوں سے بتوں کو چکنا چور کر دیا۔ اس طرح کی بے بنیاد اور بے سرو پا باتیں عیسائی پھیلا کر تے تھے۔ ”یہ ہے ان لوگوں کے بارے میں کاسٹری کا بیان۔

شاعر ریشر^(۳۳) کہتا ہے: ”اے میرے رب، ماہون کی پرستش کرنے والوں پر اپنا عذاب نازل فرما۔“ ماہون کی پرستش کرنے والوں سے اس کی مراد اتباع امت

(۳۳) شاید یہ اوسکار ریشر ہے جو ۱۱ اکتوبر، ۱۸۸۳ء میں پیدا ہوا، اور وفات ۲۶ مارچ ۱۹۷۲ء میں ہوئی۔ یہ شخص جرمن، ترکی، عربی اور فارسی وغیرہ زبانوں میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ اس نے جاہلی عربی اشعار اور خلافت عثمانیہ کو اپنی تحقیق و ریسرچ کا موضوع بنایا۔ (انوار)

محمد یہ ہیں۔ گویا کہ یہ شخص ہم پر مازون کی پرستش کا الزام تھوپ رہا ہے۔ یہی نہیں؛ بلکہ یہ شاعر تمام معزز صلیبیوں کو اسلام کے خلاف یک جٹ ہو کر متحد آرائی پر اکسانے کا کام کرتا تھا، اور کہتا تھا: ”اٹھو اور مازون اور ہندو کا مان جیسے بتوں کو پاش پاش کر دو، انہیں نذرِ آتش کر دو، اور اپنے حقیقی معبود کی راہ میں قربان کر دو۔“

یہ تھی قرونِ وسطیٰ میں اسلام اور مسلمانوں کے تئیں نفرت و عداوت میں اٹلی مغرب کی حالت۔ یورپ کے اندر اسلام کے خلاف گھڑی گئی اس طرح کی انفرا پردازیاں ایک طویل عرصہ تک چلتی رہیں؛ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ بعد کی صدیوں میں اسلام کے خلاف بغض و نفرت اور کذب و افترا کا سلسلہ پچھلی صدیوں کی بنسبت کم نہیں ہوا، تو یہ غلط نہیں ہوگا، یہ بات اور ہے کہ حربے مختلف رہے ہیں۔

استشراق

جب اٹلی مغرب کے زبان اسلام کے خلاف اس طرحت کے تجویز پیش کیے گئے
 کے بارے میں لوگوں کے درمیان بیداری بڑھنے لگی، تو پھر مغربی طاقتوں نے
 اسلام پر حملہ آور ہونے کا ایک نیا مشرقتہ و متوجہ نکالا۔ یہ لوگ اب مسلمانوں کی
 کتابوں سے نقل کر کے اسلام اور ہر حق اسلام کے موصوفات پر کتابیں لکھ رہے
 ہیں، اور اپنی تحقیقات میں بخاطر غیر جانبداری اور انصاف کا مظاہرہ کرتے ہیں۔
 سترہویں صدی سے ان لوگوں نے اسلامی کتابوں سے بخش لگتی عبارتیں اپنی
 زبانوں میں منتقل کرنے کا کام شروع کر دیا جس کے ذریعہ یہ ہر حق اسلام کی شہرہ
 بگڑ سکے۔ سب سے پہلے ان لوگوں نے مشرق سے تعلق رکھنے والے مشرقی علماء
 جیسے سعید بن بطریق اسکندری (۳۰۰) اور شیخ یزید بن اسماعیل (۳۰۰) اور ابو الفرج

(۳۵) اس کی وقت ۸۰۰ھ میں یونان (یونانی)

سعید بن بطریق مشرقی ایک مشرقی مؤلف تھا ہے جو فرماؤ، قیروہ میں پیدا ہوا اور
 اسکندریہ میں غریب کا میں قوم کیونکہ وہ اسے ابو شیبہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے خطاب سے
 نوازا گیا سعید بن بطریق کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ اس نے سب سے پہلے
 مشرقی عیسائیوں میں تصنیف و تالیف کے لیے عربی زبان کا استعمال کیا اس کی تصنیف
 میں سب سے پہلے نظم البیروہی سے عذریہ کتاب مشہور ہے اس کے غرض
 سے اس کی ایک اور کتاب الجنان بین المصنف والتصریاتی ہے تحصیل
 کے لیے اس کی حیدر کی صورت اختیار، فی طبیعت الانسانیہ، عربیہ اور

غور یغوز بوس بن ہارون ملطی (۳۷) کی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ اس کے بعد ان لوگوں

زر کلی کی الأعلام ج ۳ ص ۹۲ ملاحظہ فرمائیں۔ (انوار)

(۳۶) اس کی وفات ۶۷۳ھ میں ہوئی۔ (کوثری)

اس کا شمار نصاریٰ کے سریانی مصنفین میں ہوتا ہے۔ اس نے ایوبی اور مملوک کی دونوں ادوار کو دیکھا۔ یہ اصلاً دجلہ کے قریب تکریت کا تھا۔ اس کی پیدائش قاہرہ میں مصر میں ہوئی، اور نشو و نما اور وفات دمشق میں ہوئی۔ اس کی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے المجموع المبارک، جس کے دو اجزاء ہیں۔ پہلا جزء قدیم تاریخ سے لے کر ظہور اسلام تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے متعدد نسخے لائبریریوں میں موجود ہیں۔ دوسرا جزء تاریخ المسلمین کے نام سے مطبوع ہے جو ابتداء اسلام سے لے کر بادشاہ ظاہر بیبرس کے دور تک کی تاریخ پر مشتمل ہے، اور یہ کتاب مطبوع ہے۔ مستشرقین نے اس کتاب کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اس کے لاطینی، فرانسیسی اور انگریزی ترجمے بھی شائع کئے جا چکے ہیں۔ اسی طرح سے اخبار الأیوبیین اور مختصر البیان فی تحقیق الإیمان بھی اس کی اہم تصانیف ہیں۔ یہ قبطی اور عربی دونوں زبانوں میں مہارت رکھتا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں: زر کلی کی الأعلام ج ۲ ص ۱۱۶ اور دیگر مصادر۔ (انوار)

(۳۷) یہ شخص ابن العبری کے نام سے معروف ہے، اور اس کی موت ۱۲۸۶ء میں واقع ہوئی، اور ان تینوں ہی کی تاریخی کتابیں مطبوع ہیں۔ (کوثری)

یہ شخص ابن العبری سے اس لیے مشہور ہوا کیوں کہ اس کا والد ایک یہودی ڈاکٹر تھا جس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا، اور یہ سریانی مؤرخ ہے جس کا شمار یعقوبی مستعرب نصاریٰ میں ہوتا ہے۔ اس نے عربی زبان اور طب میں مہارت حاصل کی، اور فلسفہ اور علم کلام میں دلچسپی رکھتا تھا، اور مختلف ممالک کے اسفار بھی کئے۔ عربی اور سریانی میں اس نے تیس سے زائد کتابیں لکھیں۔ انھیں میں سے ایک کتاب ہے تاریخ مختصر الدول جو بارہا طبع ہو چکی ہے۔ دار الرائد اللبنانی سے شائع کردہ اس کی تاریخ

نے ان مصادر کی اشاعت کی جانب توجہ دی جنہیں سابق الذکر ابن سبا کے متبعین، غالی شیعوں نے تصنیف کیا تھا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے واقدی، ابن ہشام، اور طبری وغیرہ کی ان کتابوں پر اپنی توجہ مرکوز کی جو ہر طرح کی رطب و یابس روایات کا مخزن ہیں، اور جن کی نصوص و روایات کی چھان پھٹک کے لیے دقیق نظر، اور جامع تنقیدی صلاحیت درکار ہے۔ شروع شروع میں ان لوگوں نے سیر و مغازی کی کتابوں میں دلچسپی ظاہر کی، کیوں کہ یہ حضرات یہ بات بخوبی جانتے تھے کہ سیر

کے تحقیقی مقدمہ میں اس کا ترجمہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، اور اسی طرح سے زر کلی کی الأعلام ج ۵ ص ۱۱۷ میں بھی۔

ان تاریخی مصادر میں جانبداری اور عصبیت کا غلبہ ہے؛ کیوں کہ ان کتابوں کے مؤلفین اُن دیندار مسیحی لوگوں میں تھے جنہوں نے چرچ اور نصرانی عقائد کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ ان مصادر میں تاریخ اسلام سے متعلق منفی پہلوؤں کی تصویر کشی کرتے وقت مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں فاتحین اسلام، امراء اور خلفاء کو جابر و ظالم، اور بے رحم بتایا گیا ہے، اور اسی طرح سے نبی ﷺ اور آپ کے خلفاء کو ملوکِ عرب بتایا گیا ہے۔ اسی طرح سے ان مراجع میں سیدنا عثمان غنیؓ کے بعد ہونے والے واقعات سے متعلق کافی مبالغے کی آمیزش کی گئی ہے۔ ان مصادر خصوصاً ابن العبری کی تاریخ نے خفیہ انداز سے اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیت پر حملہ کیا؛ کیوں کہ یہ کتابیں سریانی زبان میں لکھی گئیں جسے مسلمان نہیں جانتے ہیں۔ یہ کلام تلخیص کے ساتھ کویت کے مجلہ عالم الفکر کے ربیع آخر کے شمارہ میں التاريخ العربی والإسلامی من خلال المصادر السریانیة العراقية کے عنوان سے ۱۹۸۴ء میں شائع کردہ ڈاکٹر جاسم صکبان علی کے مقالہ سے ماخوذ ہے۔ (الغوج)

وہ مخاری کی روایات میں لکھا ایک ہر داری کے ذریعہ یہ اوک مشرق اسلامی میں ہے
 والے مغرب ہر سمت نادانوں میں دینی بیداری اور اہمیت پسندی کا قیال ڈال سکتے ہیں
 کیوں کہ مشرق کی جدید لسل غلویم اسلامیہ میں مہارت تمامہ نہ ہونے کی وجہ
 سے فتنہ کی تہ اور فساد کی جڑ تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔

سیرت و تاریخ کے مصادر و مراجع پر ایک نظر

محدثین میں سیر و معاشی کے مونیوں پر قلم اٹھانے والی سب سے مستند تصانیف موسیٰ بن عقبہ^(۳۸) کی ہے۔ امام بخاری جیسے مانیہ محدث نے موسیٰ بن عقبہ کو کیا ہے۔ تمام محدثین آپ کے باب میں رطب اللسان اُٹھاتے ہیں۔ یہ احادیث ہے

(۳۸) موسیٰ بن عقبہ متوفی ۱۲۱ھ لایمت، شخصیت اور تصنف کے بعد محتاج بہ ذکر ہے۔ امام ہاکم فرماتے ہیں: ”مرد صالح موسیٰ بن عقبہ کی معاشی کو لازم پکڑ لو، کیوں کہ معاشی کی تمام کتابوں میں یہ سب سے زیادہ مستند ہے۔“ ملاحظہ فرمائیں: تنبیہ التنبیہ ج ۱۰ ص ۳۲۲ وغیرہ۔

مانیہ ذہنی سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۱۱۶ پر فرماتے ہیں: ”معاشی ابن اسحاق ایک مختصر جلد میں ہے۔ ہم نے اس کا مطالعہ کیا ہے اس کتاب کا اکثر حصہ صحیح ہے۔ جید مراسل پر مشتمل ہے، لیکن اس میں کافی اختصار ہے جس کی وجہ سے مزید تخریج اور تشریح کی ضرورت پڑتی ہے۔“ مستشرقین نے ۱۰۰۰ھ میں معاشی موسیٰ بن عقبہ سے منتخب کرید یوسف بن قاضی شریہ متوفی ۹۷۷ھ کی کتاب کو شائع کیا۔ اور اس منتخب سے متعلق شہخت اور غلام دونوں ہی مستشرق علماء نے کچھ تنقیدی تبصرہ بھی لکھا، لیکن جیسا کہ امام کوثریؒ نے اشارہ فرمایا ہے ان دونوں ہی کی تحریروں میں تنقید کے ذریعہ تشکیک و معاذ کی کوشش کی گئی ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے دوم قسم کی کتاب التعمین کے مقدمہ میں ص ۸۸ پر ان دونوں کے کلام پر غور کیا ہے۔ اسی طرح سے مصطفیٰ اعظمی کی ایک دوسری کتاب تروا لست فی التنبیہ لکوی و تاریخ تکوینہ ص ۳۹۰-۳۸۶ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (استخرج)

کہ ابن شہاب سے آپ کی روایات میں کلام ہے (۳۹) حافض ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ موصوف کا شاگرد ابن شہاب سے ثابت نہیں ہے (۴۰) سیرہ موصوفی کے باب میں ابن شہاب کی اکثر روایات مراسیل کے قبل سے بیوقوفانہ جب کہ عیسیٰ بن سعید اشکان اور امام شافعی کے نزدیک ابن شہاب کی مراسیل شریعت میں بالکل ناقابل استدلال ہیں۔

ربا مسئلہ ابن جریر طبری کا تو موصوف کو حدیث، تفسیر، اور فقہ میں ایک بے شمار نام

(۳۹) یعنی کہ اس کتاب میں زہری سے کافی روایات ہیں۔ مذکورہ بالا موصوفی کی منتخب حصہ سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے کافی روایات نقلیں۔ اس کتاب کی نصف سے زیادہ مرویات زہری سے، خود زہری سے، اور حجاز سے موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے ایک کتاب کی بھی روایت کی ہے جس کے بڑے سے اس میں مسند سے یہ تہرہ فرمایا ہے کہ: ”زہری سے موسیٰ بن عقبہ کے ذریعہ روایت کرو یہ کتاب اس تمام کتابوں میں سب سے زیادہ مستند ہے۔“ ملاحظہ فرمائیے: التبیان التبیان ج ۱ ص ۳۲۲ وغیرہ۔ یہ وہی خود زہری نے بھی موصوفی کے موضوع پر ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ (النور)

(۴۰) حافض ابن حجر نے اپنی کتاب التبیان ج ۱ ص ۳۲۲ پر ملاحظہ فرمائیے کہ یہ کلام نقل کیا ہے: ”ہم عیسیٰ نے کتاب التبیان میں لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے کچھ بھی سنا نہیں کیا ہے۔ یہ ان کا ذاتی تہرہ ہے۔“ حافض ابن حجر کے اس کلام میں اس جہت اندازہ کیا گیا ہے کہ ہم عیسیٰ کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں، کیوں کہ موسیٰ بن عقبہ کی روایت زہری سے صحیح ہے اور سنی زہری میں بھی موجود ہے۔ حافض مزنی نے التبیان التبیان ج ۱ ص ۳۲۲ میں زہری کا موسیٰ بن عقبہ کے شیوخ میں ذکر کرتے ہوئے ہزاروں اور ساری کلام نقل کیا ہے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ ہم عیسیٰ نے یہ قول سیرہ تریخی کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (النور)

تسلیم کیا ہے۔ لیکن جو عینیت ہے اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 نہیں کیا ہے۔ خود جو عینیت ہے اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 اس قدر ہی کوئی عینیت ہے کہ اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 یہ نہ کہ اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 عینیت میں اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 بلکہ یہ کہ اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 جس عینیت میں اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 کوئی عینیت میں اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 یہ تسلیم کی گئی ہے کہ اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم

اس عینیت میں اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 یہ عینیت میں اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم

محمد بن اسحاقؒ

مشہور صاحبِ مرقاۃ محمد بن اسحاقؒ کے بارے میں یہ تقریریں ہیں کہ اس کا نسب
 متعدد جہات میں سے ہے جو عینیت کی حالت کا تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 وہ ایک "بک" کی حالت میں ہے جو عینیت کی حالت کا تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 جو عینیت کی حالت میں اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 کے لیے اس کی حالت میں اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 کوئی ایک عینیت میں اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم
 جو عینیت کی حالت میں اس میں تسلیم کی گئی ہے کہ عینیت کی حالت کا تسلیم

”یہ شخص مطعون ہے، اور ناپسندیدہ خصلتوں کا حامل ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امیر مدینہ تک کسی نے یہ خبر پہونچادی کہ محمد بن اسحاق ”عورتوں کے ساتھ عشقیہ اور مستغزلانہ بات چیت کرتا ہے۔ چنانچہ امیر نے ابن اسحاق کو دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا، اور ان پر کوڑے لگوائے، اور مسجد کے پچھلے حصہ میں بیٹھنے سے موصوف کو منع کیا گیا، اور ابن اسحاق ”حسن و جمال کے مالک تھے۔ بعض حضرات نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ کچھ لوگ ابن اسحاق کے لیے شعر وضع کرتے تھے اور ان کے پاس لا کر ان سے درخواست کرتے کہ ان کے ان اشعار کو اپنی سیر و مغازی کی کتاب کا حصہ بنالیں، اور موصوف اس کو قبول بھی کر لیتے۔ اسی طرح سے ابن اسحاق نے اپنی سیرت کی کتاب میں ایسے اشعار شامل کر دئے جس کی وجہ سے ناقلین شعر کی صف میں ہمیشہ کے لیے رسوا ہو کر رہ گئے۔“ (۳۱) لیکن

(۳۱) ملاحظہ فرمائیں ابن الندیم کی الفہرست ص ۱۰۵۔ امام ذہبی ”میزان الاعتدال فی نقد الرجال ج ۳ ص ۱۷۴ میں فرماتے ہیں: ”ابن اسحاق صالح الحدیث ہیں۔ میرے نزدیک ان کا کوئی گناہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ انھوں نے اپنی سیرت کی کتاب کو منکر اور منقطع روایات اور مجھوٹے اشعار سے بھر رکھا ہے۔“ امام ذہبی ”مزید فرماتے ہیں کہ: ”ابن اسحاق بذات خود حسن الحدیث، صالح الحال، اور صدوق ہیں؛ لیکن جس روایت میں ان کا انفراد ہوں، تو اسے منکر سمجھا جائے گا، کیوں کہ ان کے حافظہ میں کچھ کمی ہے۔“ یاد رہے متعدد ناقدین نے ابن اسحاق کی تکذیب کی ہے جیسے۔ یحییٰ بن سعید قطان، وہیب ابن خالد، سلیمان تیمی، اور امام مالک وغیرہ؛ لیکن ان میں سے ہر ایک نے یہ تکذیب ذاتی تجربہ کی بنیاد پر نہیں کی ہے جیسا کہ رجال کی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے؛ بلکہ ہشام ابن عروہ کی تقلید میں ان حضرات نے ابن اسحاق کی تکذیب کی ہے۔ اسی طرح سے امام مالک سے ابن اسحاق سے متعلق جو تکذیب مروی ہے اس کا سبب معاصرت، اور ذاتی منافرت ہے جسے علم جرح و تعدیل کے اصول کے مطابق ناقابل قبول قرار دیا گیا ہے۔ (انوار)

جمہور علماء نے ابن اسحاقؒ کو چند معروف شرائط کے ساتھ مغازی میں مستند اور قابل اعتماد قرار دیا ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابن اسحاقؒ جیسے راوی کی روایات میں تاثر اور توقف نہایت ضروری ہے، اگرچہ وہ رجال بھی اس تنقید سے بری نہیں ہیں جو ابن اسحاقؒ سے نقل کرتے ہیں۔ مثلاً ابن اسحاقؒ کے ایک اہم راوی زیاد بکائیؒ ہیں، جن کے بارے میں ناقدین نے اختلاف کیا ہے۔ ان کو امام نسائیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابن المدینیؒ نے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ ابو حاتمؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کی روایات سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔^(۴۲) اسی طرح سے آپ کے ایک دوسرے مشہور راوی سلمہ بن الفضل رازیؒ کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ ابو حاتمؒ نے ان کی روایات کو ناقابل استدلال قرار دیا ہے۔ اسی طرح سے سلمہؒ کے جو مشہور راوی ہیں ان کا نام محمد بن حمید رازیؒ ہے، جن کے بارے میں بھی محدثین کا اختلاف ہے۔ بہت سے علماء نے موصوف کی بری طرح سے تکذیب کی ہے^(۴۳)، اور اسی سند سے ابن جریرؒ

(۴۲) امام ترمذیؒ نے انھیں کثیر المناکیر بتایا ہے، جب کہ صالح جزرہؒ فرماتے ہیں کہ وہ فی نفسہ ضعیف الحدیث ہیں؛ لیکن مغازی میں ان کا شمار مثبت لوگوں میں ہوتا ہے۔ اپنا گھر تک فروخت کر دیا اور ابن اسحاقؒ کے ساتھ اسفار کرتے رہے۔ ملاحظہ فرمائیں: سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۵، تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۲۳۔ موصوف کی وفات ۱۸۳ھ میں ہوئی۔ (الغوج)

(۴۳) مثلاً صالح جزرہؒ فرماتے ہیں: ”میں نے خدا کے بارے میں اس سے زیادہ جرأت مند کسی کو نہیں دیکھا، اور اسی طرح سے کذب بیانی میں اس سے ماہر میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔“ ابو زرعدہؒ اور ابن خراشؒ وغیرہ نے بھی ان کی تکذیب کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: میزان الاعتدال فی نقد الرجال ج ۳ ص ۵۳۰، اور تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۱۱۔ اس کی سن وفات ۲۲۸ھ ہے۔ (الغوج)

ذریعہ اس نے سلف پر طعن کیا ہے۔ اسی راوی شعیب سے روایت کرنے والے شخص کا نام سری بن یحییٰ (۳۷) ہے، اور یہ ایک غیر مستند راوی ہے۔ سیف سے منقول روایتوں میں یہ شخص ابن جریر کا شیخ ہے۔ سیف کی سند میں موجود اوپر کے رجال عموماً مجہول ہوا کرتے ہیں۔ سیرت کے موضوع پر جب ابن جریر کی اسانید کی یہ حالت ہے تو پھر ایسی حالت میں ان روایات کو چھان پھٹک کر لینا ضروری ہوگا خصوصاً ایسی روایات جن میں ابن جریر منفرد ہوں۔ اس کے علاوہ دیگر وہ مؤرخین اور اصحاب سیر جو علم میں ابن جریر سے کمتر ہیں، ان کی روایات کی تفتیش اور ابھی اہمیت کی حامل ہوگی۔ یعقوبی (۳۸) ایک متعصب قسم کا شیعہ مؤرخ ہے، اور

ذہبی "میزان الاعتدال" ج ۲ ص ۲۷۵ پر فرماتے ہیں: "سیف کی کتابوں کے راوی شعیب بن ابراہیم کوفی کے اندر جہالت ہے۔" مزید معلومات کے لیے لسان المیزان ج ۳ ص ۱۴۵ ملاحظہ فرمائیں۔ (الغوج)

(۳۷) یہ راوی تمیمی اور کوفی تھا، اور امام ہناد بن سری کا بھتیجا تھا۔ حافظ ابن ابی حاتم الحرح والتعديل ج ۳ ص ۲۸۵ پر فرماتے ہیں: یہ صدوق تھا۔ یہ راوی سری: ابوالکھیرم سری بن یحییٰ بصری شیبانی کے علاوہ ایک دوسرا راوی ہے۔ یہ سری اعلیٰ طبقہ کے ہیں، اور ان کا شمار ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔ (الغوج)

(۳۸) یعقوبی کا پورا نام احمد بن اسحاق ابو یعقوب ہے، اور اس کی وفات ۲۹۲ھ کے بعد ہوئی۔ یعقوبی کا شمار اہل بغداد میں کثیر الاسفار مؤرخین، اور ماہرین جغرافیا میں ہوتا ہے۔ یعقوبی اپنی دونوں کتابوں البلدان اور القاریخ کی وجہ سے کافی مشہور ہے، اور یہ دونوں ہی کتابیں مطبوع ہیں۔ اس کی تاریخ ۱۹۶۰ء میں بیروت سے دار صادر کے ذریعہ طبع کی گئی، اور ۱۹۶۹ء میں بریل میں مستشرق ہو تسما کی تحقیق کے ساتھ شائع کی گئی۔ اسی طرح سے شیعوں نے اسے دو مرتبہ طبع کیا: ایک ایڈیشن ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں سید محمد صادق بحر العلوم کے مقدمہ اور تعلیق کے ساتھ طبع کیا گیا، جب کہ دوسرا ایڈیشن

الأغانی کا مصنف ابوالفرج الاصبہانی بے سرو پا قصوں کا راوی ہے نہ کہ مستند اور صحیح واقعات کا ناقل۔ حدیث اور اخبار یا کہہ کر یہ شخص عجیب قسم کی باتیں پیش کرتا رہتا ہے، حالانکہ یہ شخص خود متہم ہے۔ نو بخئی نے اس کے بارے میں یہ تبصرہ کیا ہے کہ یہ سب سے جھوٹا انسان تھا۔ یہ شخص کاغذ فروشوں کی دکان میں جاتا اور وہاں کاغذات اور کتابوں سے بھری ہوئی منڈی میں دکانوں سے بہت سے کاغذات اور اوراق خرید لیتا اور اپنے گھر لاتا، اور پھر انھیں کتابوں سے روایات نقل کرتا تھا۔^(۳۹) خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس گندے^(۵۰) اور متہم شخص سے اہل علم

۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں موسسہ اسلامی کے ذریعہ عبدالامیر مہنا کی تحقیق سے طبع ہوا۔ اس کی تاریخ عباسی خلیفہ معتمد علی اللہ کے دور ۲۵۹ھ تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ (الغوج)

(۳۹) اس قول کو خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۹۹ پر نو بخئی کی جانب منسوب کیا ہے۔ نو بخئی کا پورا نام ابو محمد حسن بن حسین نو بخئی کاتب ہے، اور وفات ۴۰۲ھ میں ہوئی۔ لیکن نو بخئی شیعہ اور معتزلی العقیدہ تھے یہ اور بات ہے کہ حدیث میں ثقہ تھے جیسا کہ خطیب بغدادی تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۹۹ پر فرماتے ہیں۔ (الغوج)

(۵۰) ابوالفرج حساً اور معنی، ظاہراً اور باطناً دونوں ہی طرح سے واقعی گندا اور ناپاک تھا۔ چنانچہ یاقوت حموی نے معجم الأدباء ج ۵ ص ۱۵۲ پر ذکر کیا ہے کہ یہ شخص نہایت گندا اور غلیظ تھا۔ ایک بار نیا کپڑا پہنتا تو اسے اس وقت نہ اتار تا جب تک کہ وہ پھٹنے نہ لگتے۔ حافظ ابن الجوزی المنتظم فی تاریخ الملوك والأہم میں حوادث ۳۵۶ھ میں فرماتے ہیں: ”ایسے شخص کی روایات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اپنی کتابوں میں ایسی چیزیں ذکر کرتا ہے جس سے اس کا فاسق ہونا لازم آتا ہے، اور یہ شربِ خمر کو خفیف بنا کر پیش کرتا ہے، اور بسا اوقات شربِ خمر خود اپنی جانب منسوب کرتا ہے۔ جو شخص اس کی کتاب الأغانی میں غور کرے گا، وہ ہر طرح کے منکر اور قبیح چیزوں کو

کو بے نیاز رکھا ہے۔

آغازِ اسلام سے متعلق سیر و مغازی پر مشتمل مراجع و مصادر کے یہ چند نمونے تھے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اہل علم و اصحاب تحقیق کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان روایات کی اسانید پر گہری اور ناقدانہ نظر رکھیں، خصوصاً ان مقامات پر جہاں یہ روایتیں منفرد ہوں، اور جن کے بارے میں شکوک و شبہات پائے جاتے ہوں، اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ دشمنانِ اسلام جہالت یا تجاہل کی وجہ سے ان روایات سے استدلال کر سکتے ہیں حالانکہ ان میں ایسی قاذح علل موجود ہوتی ہیں جس سے یہ روایات بالکل بے بنیاد ثابت ہو جاتی ہیں۔ نقدِ رجال کے فن میں گہری نظر کے ذریعہ ایک شخص اس طرح کی بے سروپا باتوں کی تردید کر سکتا ہے، اور قابلِ اعتماد روایات کی تعیین کر سکتا ہے، اور اس طرح سے دشمنانِ اسلام کے ذریعہ بچھائے گئے جال میں پھنسنے سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ مجلہ الاسلام میں اپنے ایک مقالہ میں میں نے خالد بن ولید اور مالک بن نویرہ کے قتل سے متعلق ایک وضاحت^(۵۱) کے عنوان کے تحت اس موضوع پر تفصیل سے کلام کیا ہے، اور میں نے ابنِ نویرہ کے واقعہ سے متعلق متضاد روایتوں میں متعدد عللِ قاذحہ کا ذکر کیا ہے۔ جو شخص بھی دجل و تلبیس، اور اندرونی تخریب کاری و فساد کے اسباب

دیکھے گا۔ “معاصرین نے ابوالفرج اصفہانی اور اس کی کتاب الاغانی کے بارے میں ادبی اور تاریخی نقد و تحلیل کے ناحیہ سے بہت کچھ لکھا ہے۔ (الغوج)

(۵۱) یہ نادر مقالہ امام کوثریؒ کی کتاب المقالات ۴۶۲-۴۵۵ پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اس مقالہ میں امام کوثریؒ نے اس واقعہ سے متعلق اپنے ناقدانہ اور بصیرت افروز قلم سے عجیب احتمالات اور علل پیش کئے ہیں جس کا مطالعہ ہر طالبِ علم کے لیے ناگزیر ہے۔ (انوار)

و محرکات پر گہری نشر کے بغیر ہر شخص ملام کے ابتدائی دور کے واقعات پر نگہ نہی
 مشرق یا مغرب کے مہتمم اور مشکوک قسم کے مستشرقین کی کتابوں کا مطالعہ کرے
 گا، یا ان کتابوں پر بغیر تحقیق کے اعتماد کر کے کچھ تصنیف و تالیف کرے، پھر قویہ خود
 بھی ہلاک ہو گا اور دوسروں کو بھی ہلاک کر کے چھوڑے، مجھ اور ایسا شخص روئے دست
 سے بھٹک کر رہے گا۔

اسی لیے میں ہر اس شخص کو جو اپنے دین اور اپنی آبرو کی حفاظت کا خیال ہے
 اسے مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اسلام کے عہدِ اول سے متعلق لفظ محظوظ رہے، اور
 واقعات و روایات کی اسانید کو خالص علمی معیاروں پر پرکھے، اور ان میں پیرائے
 نقائص کو اپنی فہم کے آئینہ میں جانچے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کے
 حفاظت اور دستگیری فرمائے۔

میں نے اپنے ایک مقالہ میں لکھا ہے کہ اعلیٰ علم پر یہ کیفیت روزروشنی کی
 طرح عیاں ہے کہ کسی قدر دشمن اسلام نے ہر دور میں رشتہ و ریزاں کی ہیں، اور
 ہر زمانہ میں کسی طرح ان کے کرو و خرب کے طریقے بدلتے رہے ہیں۔ ان کی
 مکاریوں کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جس دور میں روایت کو بدلتے کیا یہ کرنا تھا تو اس
 وقت ان لوگوں کی ایک جماعت باقیمین اور ریزیوں کی صف میں گئی، اور اور
 سے انھوں نے مصہویت کا لبادہ ڈال لیا جس کا مستعمل ایرانی اکثر پر وازوئی کو ہوا

(۲۲) یہ وہی مقالہ ہے جس کی جانب ابھی اس سے پہلے اشارہ کیا گیا تھا۔ یہ کہ "کوثری"
 کے اہل خانہ میں یہ حکمران ہیں، خدا ہیں، اللہ ہیں، وہی ہیں، عزیر و عیسیٰ
 خالد بن ولید، نور، ایک بن فریو کے لڑکے سے تعلق ایک شکر و مذہب کے لڑکے سے
 دیکھا جاسکتا ہے۔ (نور)

دینا تھا تاکہ وہ اس کے ذریعہ اسلام کی شہرت اور عظمت پر بٹہ لگا سکیں، اور اسلام کی دعوت پیش کرنے والے لوگوں کی شبیہ خراب کر سکیں۔ اس طرح کی بہت سی روایات ایسے کئی راویوں کے ذریعہ پھیلنی شروع ہو گئیں جو گہری بصیرت نہیں رکھتے تھے، اور پھر انھوں نے ہمیشہ کے لیے اسے اپنی کتابوں میں جگہ دے دی، اور ان کے ذریعہ مکار و دشمن ہر صدی میں اسلام پر حملہ آور ہوتا رہا۔ لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ فضل سے ایسے عظیم محققین پیدا کئے جو کھری اور کھوٹی روایات کے درمیان فرق کرنے پر اچھی طرح سے قادر تھے۔ اس طرح سے اسلامی تعلیمات اور اسلامی واقعات و حکایات ماہرین فن کے نزدیک دسیہ کاروں کی سازشوں سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو چکے ہیں۔ اس سے پہلے اہل یورپ نے اسلام کو نقصان پہونچانے کا جو طریقہ اپنایا تھا وہ تھا خالص بہتان اور الزام تراشی کا؛ لیکن پچھلی دو صدیوں سے انھوں نے اپنا پینترہ بدل دیا ہے اور حقائق کی شبیہ بگاڑنے کے لیے ایک نیا منہج وضع کر لیا ہے، جس کے ذریعہ یہ علماء مشرق کی کتابوں سے جھوٹے واقعات اور حکایتوں کی تلاش میں لگے رہتے ہیں، اور انھیں اچھالتے رہتے ہیں، اور اوپر سے غیر جانبدارانہ ریسرچ اور تحقیق کا لیبل لگا کر پیش کرتے ہیں۔ بہت سے نادان اہل مشرق ان کے اس لٹریچر سے دھوکہ میں آ گئے، اور ان کی ان خرافات کو اپنے لوگوں میں پھیلانا شروع کر دیا، اور اس طرح سے معاملہ پیچیدہ شکل اختیار کر گیا۔ لہذا اس کی تلافی ایک فرض کفایہ بن گئی۔ سیر و مغازی پر تصنیف و تالیف کا کام کرنے والے جدید ادباء اور انشاء پردازوں کے لیے اس وقت یہ بات حتمی ہو چکی ہے کہ وہ سیرت کے موضوع پر قدیم اور جدید دور میں لکھی گئی مشرقی اور مغربی مصنفین کی ہرزہ سرائیوں کے خلاف اپنا قلم اٹھالیں، اور ناقدین کی یہاں معتبر معیاروں کی روشنی میں حقائق کی بحث و تمحیص میں کوئی

بھی دقیقہ فرو گزاشت نہ کریں۔ اسی طرح سے جدید اخبارات و جرائد میں لکھنے والے ادباء اور انشاء پردازوں کی لئے ضروری ہے کہ وہ عصرِ حاضر کی ہم آہنگی کی خاطر واقعات و حکایات اور ادبی موضوعات کو ڈھالنے میں زیادہ آزادی کا مظاہرہ نہ کریں، اور اپنی کتابوں میں اپنی آراء اور حکایات نقل کرنے میں کافی احتیاط اور تثبت سے کام لیں، اور جب تک یہ چیزیں مناسب کسوٹی پر نہ اتریں، ان سے گریز کریں۔ اگر وہ اس طرح سے مشرقی کتابوں میں موجود نقائص کی تعیین کرنے پر قادر ہو جاتے ہیں، تو یقیناً مغربی مصنفین کے لٹریچر کی تباہ کاریوں کو ان کے لیے ختم کرنا نہایت آسان ہو جائے گا۔ (۵۳)

(۵۳) امام کوثریؒ کی کتاب المقالات ص ۲۵۶ سے ماخوذ یہ طویل اقتباس یہاں ختم ہو جاتا ہے۔ (انور)

مستشرقین کی افتر پردازیوں کے کچھ نمونے

ہندوستانی مورخ علامہ شبلی نعمانی^(۵۳) کی کتاب سیرت النبی کے مقدمہ میں اٹھارہویں صدی اور اس کے بعد آنے والے یورپی مصنفین کے ذریعہ اسلام کے خلاف لکھی گئیں کتابیں تفصیل سے مذکور ہیں۔ سیرت نبویہ سے متعلق واقعات کی تحقیق و تمحیص کے موضوع پر، اور اسی طرح سے تشکیک پردازوں کے

(۵۳) علامہ شبلی نعمانی ملقب بشمس العلماء ہندوستان کے ایک عبقری مورخ، متکلم، بلند پایہ مصنف اور ادیب تھے۔ اردو، عربی، اور فارسی زبانوں میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ موصوف کا شمار ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اکابر علماء میں ہوتا ہے۔ اسی طرح سے موصوف نے اپنے شہر اعظم گڑھ میں ایک نہایت موقر اور عظیم علمی اکیڈمی بنام دارالمصنفین قائم کی جس کی تصنیفی و تالیفی خدمات پورے عالم میں تسلیم کی گئیں ہیں۔ موصوف نے متحدہ اسلامی ممالک کے دورے کئے، اور عالم اسلام کے سیاسی اور سماجی عروج و زوال پر گہری نظر رکھتے تھے۔ علامہ شبلی کا سب سے اہم علمی کارنامہ سیرۃ النبی ہے جس کی تکمیل آپ کے سب سے جلیل القدر شاگرد علامہ سید سلیمان ندوی کے ذریعہ انجام دی گئی۔ اس کے علاوہ آپ کی ایک درجن سے زائد بے نظیر کتابیں اہل علم کے لیے ایک انمول خزانہ ہیں۔

علامہ شبلی کی تعریف میں بس سید صباح الدین عبدالرحمان گایہ جملہ کافی ہے کہ: یونان کے عہد عتیق کے کسی ماہر ترین سنگتراش سے یہ کہا جاتا کہ وہ کوئی ایسا مجسمہ بتائے جس کو دیکھ کر علم، فن، فضل، تحقیق، تلاش، جستجو، ادب، شعریت، دیدہ وری، اور خوش فکری کی ساری کیفیات سامنے آجائیں، تو وہ مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا مجسمہ بن جاتا۔ ملاحظہ فرمائیں: مولانا شبلی پر ایک نظر ص ۳ (انوار)

اعتراضات کی تردید کے سلسلہ میں یہ ایک نہایت شاہکار تصنیفی کارنامہ ہے۔ دیگر سیرت کی تصانیف کی نسبت اس کتاب میں بہت ہی کم علمی اغلاط پائی جاتی ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ بہت سے مشرقی مصنفین سیرت نبویہ اور اسلام کی دور اول کی تاریخ سے متعلق اپنی کتابوں میں اس طرح کے مغربی مصنفین سے متاثر ہو گئے اور ان کی مکاریوں کے شکار ہو گئے۔

اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ المنار کے ایڈیٹر (۵۵) نے اٹیلیس

(۵۵) علامہ کوثریؒ کی المنار کے ایڈیٹر سے مراد شیخ محمد رشید رضا مصریؒ ہے۔ یہ شخص علامہ کوثریؒ سے شدید نفرت کرتا تھا کیوں کہ مصر میں امام کوثریؒ نے اس کے کھوکھلے اجتہادی دعووں کو اپنے دماغ شکن دلائل سے پاش پاش کر دیا تھا۔ جب رشید رضاؒ کے پاس علمی انداز میں علامہ کوثریؒ پر رد کرنے کا کوئی حربہ ہاتھ نہ آیا، تو پھر اس نے امام کوثریؒ کے خلاف افتراء پرداز یوں، اور تکفیر و تضلیل کا سلسلہ شروع کر دیا۔ المنار کے بعض شماروں میں بھی امام کوثریؒ کے خلاف اس کے ہتھکڑیاں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اپنے دور میں اصلاح دینی کے نام پر چلنے والی تحریک کے اہم ارکان میں سے تھا اس کا شیخ محمد عبدوؒ کے نہایت وقار شعار تبیین اور اجل ستارہ میں ہوتا ہے، اور اسی طرح سے محمد عبدوؒ اور ان کے استاذ جمال الدین انفالیؒ کے افکار و نظریات سے کافی حد تک متاثر تھا۔ اپنے استاذ محمد عبدوؒ کی وفات کے بعد رشید رضاؒ نے ایک نیا سوڑ لہرایا، اور وہ ہے سلفیت اور وہابیت کی دعوت و تبلیغ، اور نام نہاد بدعتوں کے خاتمہ کی تحریک۔ اس کے دوست استاذ محمد عبدوؒ نے اپنی کتاب المعاصرین ص ۳۳۱ پر اس کے بارے میں تبصرہ کیا ہے کہ انھوں نے سیاست میں سرگرمیاں ظاہر کیں؛ لیکن یہ اس کے اہل نہیں تھے۔

عصر حاضر میں متعدد لوگوں نے اس کے افکار و نظریات اور علمی کاموں کے بارے میں بہت سی تحقیقی کتابیں اور مقالات لکھے ہیں۔ اس کی شخصیت اہل علم کے درمیان متنازع

رہی ہے۔ (انوار)

مورخ کائیتانی (۵۱) کی ہر نئی اسلام پر مشتمل دس جلدوں کی کتب — جو جویات (۵۴) کے نام سے معروف ہے — پر تقریباً تک لکھ دی ہے، اور کائیتانی کی اس

(۵۱) لیون کائیتانی (Leone Cezami) ۱۲ ستمبر ۱۸۶۹ء میں روم میں پیدا ہوئے اور اس کی سن وقت ۲۵ دسمبر ۱۹۳۵ء کو ہوئی جاتی ہے۔ یہ سات زبانوں میں بہر تھاجن میں قاری اور عربی بھی شامل ہیں۔ یہ شخص نہایت متول اور صاحب ثروت تھا۔ کائیتانی نے علم ویرج کے مقصد سے پورے عالم اسلام کا چکر لگایا اور متعدد رسائل و رسائل کی لائبریریوں اور علمی مراکز میں گزارے اور اس نے تونس، الجزائر، ہندوستان، ایران، مصر، شام، لبنان، ترکی اور عراق وغیرہ اسلامی ممالک کے سفر کئے، اور لہذا ذاتی کتبہ اسلامی اور مشرقی مخطوطات سے بھر لیا۔ عربوں کی ہر نئی لہجہ کثرت تصنیف کا وجہ سے اسے مستشرقین کے یہاں کافی اہمیت کی نظر سے دیکھ جاتا ہے، اور اسی طرح سے یہ بہت سے مستشرقین کا اہم رول ہوا بھی ہے۔ اس کے بارے میں مزید تفصیل کے لیے عتیقی کی المستشرقون ج ۱ ص ۷۲ اور محمد کریم علی کی المدخلہ ص ۳۲۲ ملاحظہ فرمائیے۔ (انوار)

(۵۷) اس کتاب میں اس نے ۴۰ ہجری تک کی اسلامی ہر نئی لکھی ہے۔ عتیقی لہجہ کتب المستشرقون ج ۱ ص ۳۷ پر فرماتے ہیں: ”اس نے اسلامی جنگوں اور فتوحات کے علاقوں میں تین وفد بھیجے تاکہ وہاں جا کر یہ لوگ ہر نئی لہجہ سے ان علاقوں کا نقشہ تیار کریں۔ اس نے لاطینی، سریانی، اور عربی مدور کو جمع کیا، اور ان میں کافی عقد و تحلیل کی تاکہ غیر مطبوع عربی مدور کے مدور کی تحقیق کی جاسکے، اور ہر واقعہ اور روایت سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے مناسب مدور کی تمیز کی جاسکے۔ اس نے ان علمی تحقیقات کو غزوات اور فتوحات کے بہرین کی خدمت میں پہنچا اور ان کی تصدیقات اور تبصروں کو قبول کیا، اور تفصیلی نکتوں اور مدور سے مزین لہجہ عظیم تصنیف کو استانی شاہدہ از سے طبع کیا، اور علماء اور علمی حلقوں میں اسے تقسیم کر دیا، اور اس کے بعد دیوالیہ ہو گیا۔

کتاب کی خوب مدح سرائی کی ہے حالانکہ یہ کتاب اس مہذب و خوش پرکھی گئی بدترین کتابوں میں سے ہے، اگرچہ اس کے مؤلف نے بدباہان بات کا ثبوت دینے کی کوشش کی ہے اس نے تمام مباحث میں عدم تعصب سے کام لیا ہے۔ اسی طرح سے صاحب منار نے ہالینڈی مستف ڈاکٹر دوزی (۵۸) کی کتاب بدعت اسلام کی بھی

یہ واقعہ یہاں اس لیے نقل کیا گیا ہے تاکہ ہم اپنے یہ متقابل کی جدوجہد اور استحکام سرگرمیوں کو سمجھ سکیں اور اپنی کمزوریوں پر نظر رکھیں۔ آج کتنے ایسے صاحب ثروت مسلمان ہیں جو بلاوجہ کے پروگراموں میں کروڑوں روپے خرچ کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں؛ لیکن سنجیدہ علمی تحقیق و سرچ پر جب خرچ کرنے کی بات آتی ہے تو سب کنگال نظر آنے لگتے ہیں۔ فی الخبیہ۔ (انوار)

(۵۸) رینارٹ ڈوزی کا پورا انگریزی نام (Reinart Pieter Anne Dozy) ہے اس کی پیدائش ۲۱ فروری ۱۸۲۰ء میں لیڈن، ہالینڈ میں ہوئی، اور موت ۲۲ اپریل ۱۸۹۰ء میں اسکندریہ، مصر میں ہوئی۔ اس کا شمار کبیر مستشرقین میں ہوتا ہے۔ یہ اپنی دو کتابوں: تاریخ المسلمین فی اسیات، اور تکملة المعجم للتعریب، کی وجہ سے کافی مشہور رہا ہے۔ بعد میں ان دونوں کتابوں کے عربی تراجم بھی شائع کئے گئے۔ رینارٹ زبان دان کی کلاسیکی شائق تھو زبان دان کی اس غیر محدود شوق کی وجہ سے دنیا کی اہم ترین زبانیں جیسے عربی، انیسین، فرانسیسی، انگریزی، جرمن، عبرانی، کلدانی، اور سریانی وغیرہ زبانوں میں اس نے بہت سے کام کیے۔ اس کی اور زبانوں میں ہالینڈی یعنی ڈچ تھی۔ اس نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام میں عبرانی سے لے کر ۱۸۱۳ء تک کی تاریخ سے بحث کی ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ اس کے متعدد مقالات اور رسائل بھی ہیں۔ رینارٹ کے بارے میں موزمیں نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ۱۸۴۵ء میں اس نے ہالینڈ کی ایک خاتون سے شادی کی، اور میسون سٹون کے لیے اس کے ساتھ برمنی گیا۔ لیکن یہاں برمنی میں آکر اس نے بہت وقت بے عمل ہو کر ہونٹوں میں گزارنے کے بجائے یہاں کے مکتبات اور لائبریریوں میں رہا وقت

تعاریف کی ہے حالانکہ یہ شخص تاریخ اسلام کی شبیہ بگاڑنے کے لیے تاریخ رقم کرنے والے بدترین یورپی مصنفین میں سے ہے۔ جب شیخ عبدہ (۵۹) کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے شخص کی یہ حالت ہے کہ وہ بلاوجہ اٹکل سے انتہائی نقصان دہ کتاب سے متعلق تعریف کے پل باندھے جا رہا ہے، اور اپنے آپ کو دین کا ٹھیکیدار تصور کرتا ہے؛ حالانکہ یہ شخص ان دونوں کتابوں کی اصل اور ان کے تراجم سے بالکل ناواقف ہے، تو پھر ان نوجوانوں کی حالت کیا ہوگی جو مشرقی علوم میں دستگاہ حاصل کرنے سے پہلے یورپ کے گدلے سرچشموں سے اپنی فکر کو ملوث کر لیے ہیں۔ دین کے اس طرح کے ٹھیکیداروں کے شر سے اللہ اسلام کی حفاظت کرے۔

صرف کر دیا۔ یہیں اسے ابوالحسن علی ابن بسام شتربی ۵۳۲-۴۶۰ھ کی کتاب الذخیرۃ فی محاسن اہل الجزیرۃ کی تیسری جلد ہاتھ لگ گئی۔ اپنے اس سفر میں اس نے اس کے علاوہ اور بھی علمی فوائد حاصل کئے۔ اس سے متعلق مزید تفصیل کے لیے عبد الرحمن بدوی کی موسوعة المستشرقین ۲۵۹، اور عقیقی کی المستشرقون ج ۲ ص ۶۵۸ ملاحظہ فرمائیں۔ (انوار)

(۵۹) شیخ محمد عبدہ متوفی ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء کی نشوونما ایک ازہری عالم کے طور پر ہوئی۔ اس کے بعد موصوف نے جمال الدین مازندرانی افغانی سے متعدد فلسفیانہ کتابیں پڑھیں۔ جیسا کہ علامہ کوثریؒ اپنے مقالات ص ۳۷۴ میں فرماتے ہیں: ”محمد عبدہؒ نے یورپ کا سفر کیا اور اس کے گدلے سرچشمہ سے اپنی فکر کو ملوث کر لیا۔“ اسی وجہ سے فقہ و فتاویٰ کے بارے میں یہ شخص نہایت متساہل تھا۔ اپنے شیخ جمال الدین افغانی کی طرح یہ شخص بھی ماسونیوں کے ٹولے سے ملا ہوا تھا، اور تقریب بین الادیان کے لیے مہم بھی شروع کر دی تھی۔ اس شخص کے انگریزوں کے ساتھ انتہائی مشکوک تعلقات تھے۔ مؤلف کتاب علامہ کوثریؒ نے محمد عبدہؒ کی زندگی کے مختلف اطوار کے بارے میں اپنی کتاب نظرة عابرة فی مزاعم من ینکر نزول عیسیٰ علیہ السلام قبل الآخرۃ ص ۷۳-۷۴ پر کچھ روشنی ڈالی ہے۔ (الغوج)

اس کے بعد یہودی مستشرقین اور ان کے ساتھ دیگر جماعتوں نے بھی قرآن، علوم قرآن، حدیث، فقہ اور اصول فقہ، اور علم اصول الدین، اور ملل و نحل کی تاریخ سے متعلق تحقیق و ریسرچ کا کام شروع کر دیا اور ان کا مقصد یہ تھا کہ انہیں ان مصادر میں ایسا حربہ ہاتھ آجائے جس کے ذریعہ یہ اصول اسلام میں شک کا زہر ڈال سکیں۔ لیکن ان لوگوں نے اس دوران پوری کوشش کی کہ اس طرح کی تحقیق و ریسرچ سے ان کا مقصد لوگوں کی نظروں سے مخفی رہے، اور ان لوگوں نے بعض مسائل میں بظاہر انصاف سے کام لیا ہے تاکہ یہ لوگ سادہ لوح قارئین کے ذہن میں یہ تاثر قائم کر سکیں کہ یہ حضرات اپنی تمام تحقیقات میں حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی مثال اس شکاری کی ہے جو لذیذ لقمہ پھینک کر اپنے نادان شکار کو پھانسا چاہتا ہے۔ عموماً جو لوگ مشرقی علوم کے شفاف سرچشمے سے اپنی روحانی زندگی کے لیے فکری غذا اور سیرابی حاصل کرنے سے پہلے مغربی علمی مراکز کا رخ کرتے ہیں، وہی لوگ انجام کار اس طرح کی علمی سازشوں کا شکار بنتے ہیں، اور اس طرح کے مستشرقین کے جال میں پھنسنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔

گولڈزیہر

مستشرقین کے اس گروہ کا سب سے خطرناک اور دسیہ کار شخص گولڈزیہر (۶۰)

(۶۰) ایگناز گولڈزیہر ہنگری کا مشہور مستشرق یہودی تھا۔ مورخین نے اس کا انگریزی نام Ignác (Yitzhaq Yehuda) Goldziher بتایا ہے۔ اس کی پیدائش سیکشسوار (Székesfehérvár) ہنگری میں ۲۲ جون ۱۸۵۰ء میں ایک یہودی خاندان میں ہوئی اور وفات ۱۳ نومبر ۱۹۲۱ء میں ہوئی۔ اس کی تعلیم و تربیت ہنگری کے وزیر تعلیم کی مالی امداد سے بوداپست، برلین، لپزگ اور لیڈن کی یونیورسٹیوں میں ہوئی۔ اس کو یورپ میں

رہا ہے، جو نسلاً، ہنگری کا تھا، اور مذہباً یہودی تھا۔ اسلام کی نفرت اور دشمنی اس کے روگ وریشہ میں سمائی ہوئی تھی، اور اس نے اپنے اس مشن کے لیے اپنی پوری زندگی لگادی تھی۔ اس کا شمار بیسویں صدی عیسوی کے رجال میں ہوتا ہے۔ قرآن، علوم القرآن، حدیث اور علوم الحدیث، فقہ اور اصول فقہ، علم کلام، اور متکلمین کی

جدید اسلامی ریسرچ اور نقد و تحقیق کا بانی مانا جاتا ہے۔ مستشرقین کے یہاں اسے سب سے عظیم محقق گردانا جاتے ہیں گویا یہ شخص مستشرقین کا امام اعظم ہے۔ یہ سب سے پہلا مستشرق ہے جس نے حدیث نبوی میں تشکیک کی بنیاد ڈالی۔ اس شخص کی کتابوں کا اہم مقصد قرآن اور حدیث، اور علوم اسلام کو ہدف طعن بنانا تھا۔ اس کا علمی رعب و دبدبہ مستشرقین کے درمیان آج تک باقی ہے، یہاں تک کہ احمد امین جیسے بعض نام نہاد مسلم علماء نے بھی اس کو متعدد علمی اور فکری امور میں اپنا علمی اسوہ بنایا ہے۔ اس کی کتابیں حدیث و سنن، اور علوم و فنون سے متعلق نقد و نظر کے باب میں مستشرقین کے یہاں مراجع اساسیہ میں شمار کی جاتی ہیں۔ اکثر مستشرقین اپنے افکار، اصول و مناج، اور استدلالی نظریات میں اسی کے مقلد ہیں، اگرچہ بعد میں یورپ میں مستشرقین کی ایک چھوٹی سی جماعت ایسی بھی رہی ہے جنہوں نے اس کے بعض نظریات کو چیلنج کیا اور پورے طور پر انہیں اپنانے سے گریز کیا ہے، اور مختلف چیزوں میں اس کی آراء کی مخالفت کی ہے۔

گولڈزیہر نے مصر، شام اور فلسطین جیسے مسلم ممالک کے دورے کئے، اور بعض علماء ازہر سے عربی زبان کی تعلیم حاصل کی۔ یہ شخص جرمن، فرانسیسی، اور انگریزی زبان میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ اس کے تحقیقی مقالات کی تعداد ۵۹۲ بتائی جاتی ہے۔ اس کی وسیعہ کاریوں کے چند نمونے ملاحظہ کرنے کے لیے شیخ مصطفیٰ سباعی کی السنة ومکانتھا فی التشریع الاسلامی ۲۳۵-۱۸۹ ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی حیات سے متعلق مزید تفصیل کے لیے عقیقی کی المستشرقون ج ۳ ص ۹۰۶، کرد علی کی المعاصرون ص ۱۳۲، بدوی کی موسوعة المستشرقین ص ۱۲۶-۱۱۹، اور زرکلی کی الأعلام ج ۱ ص ۸۳ ملاحظہ فرمائیں۔ (انوار)

مختلف جماعتوں سے متعلق اس نے کافی تحقیقات شائع کی ہیں۔ یہ شخص مختلف مراجع سے اپنے منشاء کے مطابق نصوص تلاش کرنے اور اپنے مدعا پر فٹ کرنے میں کمال مہارت اور غیر معمولی حیلہ گری کا مالک تھا۔ یہ مغالطے کی غرض سے ان عبارتوں سے ایسے معانی اور مفہیم کا استنباط کرتا تھا جس کی ان میں اہل علم کے یہاں کوئی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔ یہ شخص اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے اس حقیقت کو بھی نظر انداز کر دیتا تھا کہ جن کتابوں سے یہ استفادہ کر رہا ہے استناد و اعتبار میں ان مصادر کا علمی مقام اور مرتبہ کیا ہے۔ اگر اسلام کے خلاف بے پناہ کینہ رکھنے والے، ہنگری کے اس پروفیسر کی کتابوں کے بارے میں تحقیق و ریسرچ کے لیے ایک علمی اکیڈمی تشکیل دے دی جائے، تو پھر ہر صاحب بصیرت کے سامنے اس کی حقیقت و اشکاف ہو جائے گی، اور اس طرح سے اس مکار اور فریب کار کی تردید کا کام انتہائی آسانی سے انجام دیا جاسکتا ہے۔ لیکن محض اس کی کتابوں کا عربی ترجمہ کر کے — جیسا کہ بعض ازہری علماء^(۶۱) نے ناکافی

(۶۱) مثلاً استاذ محمد یوسف موسیٰ، علی حسن عبدالقادر، اور عبدالعزیز عبدالحق نے ۱۹۳۶ء میں گولڈزیہر کی ایک کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا جو کہ العقیڈۃ و الشریعۃ فی الإسلام کے نام سے شائع ہوا۔ گولڈزیہر کی ایک دوسری کتاب کا ترجمہ عربی زبان میں علی حسن عبدالقادر کے ذریعہ ۱۹۳۴ء میں انجام دیا گیا جو المذاهب الإسلامیۃ فی تفسیر القرآن کے عنوان سے شائع ہوا۔ اسی کتاب کا ایک دوسرا ترجمہ ۱۹۵۵ء میں مذاہب التفسیر الإسلامی کے عنوان سے شائع کیا گیا جس پر ترجمہ کا کام عبدالحلیم نجار نے کیا۔ لیکن امام کوثریؒ کو ان ترجموں سے اس لیے بجا طور پر شکایت ہے کہ جب مترجمین حضرات گولڈزیہر کی زہر آلود تحریروں اور تحریف حقائق کا بھرپور رد نہیں کر پارے ہیں، اور ان ترجموں کے ساتھ کافی وثائق نقد شائع نہیں کیا جا رہے، تو ان کتابوں سے فائدے کے بجائے شدید علمی اور فکری نقصان کا اندیشہ ہے۔ ظاہر ہے

تیاری کے ساتھ کیا ہے — اور اسی طرح سے اس کی ان کتابوں پر کافی اور شافی رد لکھے بغیر دشمنان اسلام کی صنف کے اس طرح کے تشکیک پر دائروں کی تسلیکات کو عربی دال طبقہ کے سامنے پیش کرنے سے شکوک و شبہات اسلامی فضاء کے اندر گردش کر سکتے ہیں اور اس سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ جہاں تک یہ خیال ہے ازہر جیسا اسلام کا منفرد قلعہ اس طرح کے عمل سے راسخ نہیں ہو سکتا ہے۔ لہذا جامع ازہر نے سالوں پہلے گولڈزبرجیہ لوگوں کی تصانیف کے ترجمہ سے متعلق یہ حکم جاری کیا تھا کہ ترجمہ کے ساتھ ساتھ ان کتابوں پر کافی اور شافی رد بھی شائع کیا جائے۔ لہذا اس شرط پر پورے طور پر بلا کسی کمی کے عمل در آمد کرنا ضروری ہے، ورنہ ازہر پر یہ الزام عائد ہو گا کہ یہ اپنے مشن کے خلاف جا رہا ہے اور باؤر نزم اور جدت پسندی کے دھارے میں بہا جا رہا ہے، اور اسے اپنے وجود کے مقصد اصلی کی بالکل پروا نہیں ہے، حالانکہ پوری امت مسلمہ اس مرکز پر اپنا مال صرف کرتی ہے۔

مسلمانوں کے خلاف دشمنان دین کی سازشیں

حقیقت یہ ہے کہ زمانہ کی ہمدوشی کی یہ رائے نے بعض جدت پسند علماء کو اس حد تک پہونچا دیا ہے کہ وہ مشرق کی جانب حضرات کی نظر سے دیکھنے لگے ہیں، جب کہ یہ حضرات مغرب کو عظمت و برتری کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ایسے بہت سے ہمارے علماء مختلف غیر اسلامی مراکز اور اداروں سے شرکت کی دعوتوں کو بہت جلدی قبول

علامہ کوثریؒ کی یہ شکایت بالکل بجا اور معقول ہے، اور اس سے یہ اصولی سامنے آتا ہے کہ اگر کسی خطرناک کتاب کا شافی جواب اس کے ساتھ شائع نہ کیا جائے تو پھر اس کتاب کی اشاعت اور ترجمہ دونوں ہی ناقابل قبول ہوں گے۔ (انوار)

کر لیتے ہیں، حالانکہ ایسے لوگ دیگر اسلامی جماعتوں کی مختلف و غیبی باتوں سے غافل
کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہماری صف میں بہت سے لوگ مغرب اور مشرق میں
مقابلہ ادیان، اور قانون و دستور کے موضوع پر مستند ہونے والی بہت سے
کافر نسوں اور سیناروں میں اپنے نمائندے بھیجتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اس طرح کی
ہر گرمیوں کے بجائے اصل اسلامی علوم میں ہمیں اپنے اندرونی تلاش اور
کمزوریوں کی صفائی اور تدارک پر توجہ مرکوز کرنی چاہئے۔ ہماری بہت سے علاقہ
یورپ میں مستشرقین کی یونیورسٹیوں میں بلائے جاتے ہیں جس کا مقصد ان
علاقوں میں اسلام کی نشر و اشاعت نہیں ہوتی؛ بلکہ ایسے راستہ اور پروگرام کی
نگرانی میں یہ طلبہ اسلامی علوم حاصل کرتے ہیں جن کے دل شرق اسلامی کے
خلاف مہلک کینہ اور سازشی اغراض سے بھرے ہوتے ہیں۔ آج ہماری ہی صف
کے بہت سے لوگ دیگر ادیان و مذاہب کے ساتھ مداخلت کے قائل نظر آ رہے
ہیں۔ چنانچہ ایسے حضرات تقریب بین المذاہب کے درپردہ ہٹلر حق سے منحرف
ادیان و فرق، اور مذاہب و مکاتب فکر کے لوگوں پر مشتمل جماعتوں کے ساتھ
انتہائی متساہلانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ ان حضرات کا مقصد نکات اختلاف کو نظر
انداز کر کے تمام لوگوں کو مختلف ادیان کے اصول مشترکہ پر جمع کر دیا جائے تاکہ
تمام انسانوں میں اخوت و محبت قائم کی جاسکے، اور سب کا ایک ایسا باہم مشترکہ دین
بن جائے جس میں کسی طرح کا کوئی اختلاف نہ موجود ہو۔ گویا کہ ایسے لوگ اسپرنتو
زبان کی طرح ایک نیا مشترکہ دین برپا چاہتے ہیں۔

تقریب بین المذاہب کا مقصد مسلمانوں کو نشانہ برتنا ہے۔ جو مراکز اور ادارے
تقریب بین الادیان کی رٹ لگاتے رہتے ہیں، اس سے ان کا مقصد دین اسلام اور

نہیہ اسلام کے دامن کو مستغنیہ غش سے قلم سے نئے شوق و سلاق کے موقت کو
 کمزور کرنا ہے۔ کہیں کہیں حرمت بکھڑی ہے کہ اس غرضت کو مستغنیہ غش سے
 بچنے کے لئے ایک طرح کا تشدد و تعصب ہے جسے ترک کرنا ضروری ہے۔ اس
 طرح سے ہمارے بہت سے لوگ اپنی خرابی کے پر قریب چل رہے ہیں۔ یہ سب دیکھتے
 ہیں کہ کہیں کہیں قائم ہے جسے غش ایسے غش کو مستغنیہ غش سے جس طرح ہم اس کے
 ریل نہ تو کوئی غیرت و حسرت ہوگی۔ اور نہ ہی کسی طرح کی غیرت و حسرت ہوگی۔ اور اس
 طرح سے وہ ہر یوں کے ریل کے مطابق چلتا رہے گا۔ یہاں مشترک دین اسلام تھا
 نہیں ہو سکتا۔ رب الاحمرت نے قرآن کو ہمیں اس حقیقت کو بھی غرضت سے
 واضح کر دیا ہے۔ وَلَقَدْ تَرَكُنِي سَخِيكَ الْيَتِيمَ وَمَا الْيَتِيمُ حَتَّى
 يَجْعَلَ بَيْنَهُمُ الْبَرْزَ ۝ ۱۶۰ (یہ وہ تھا جو اس وقت تک آپ سے راضی
 نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے قریب نہ آجائے۔ کریں)

إِنَّ الْغَنَيْنَ حَيْثُ اللَّهُ الْبَسَلُ كُلُّ عَمَلٍ هُوَ (لہ کے ریل تو قدر قابل دین
 عرف اسلام ہے)

وَمَنْ يَتَّبِعْ شَيْزَ الْبَسَلِ حَيْثُ غَنَيْنَ حَيْثُ كُلُّ عَمَلٍ هُوَ (یہ
 شخص بھی دین اسلام کے علاوہ کسی اور قریب کو پسند کرے گا جو اس کے لئے قدر
 قابل نہ ہوگا)

جس دین کا جانب یہ حضرات و عورت و بے رہے ہیں وہاں تو پورا دین و قریب

(۳) اچر تو (۱۹۹۹ء) ایک زبان کا ہے جسے پورٹل کے نام سے (۱۹۹۹ء) میں
 (۱۹۹۹ء) میں ایک زبان کا ہے جسے پورٹل کے نام سے (۱۹۹۹ء) میں

جہاں تک دین و دنیا کا تعلق ہے وہ سب کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔
اس طرح کی سرگرمیاں اسلامی معاشرت کو دینی و اخلاقی و علمی و ادبی و
ادبی کی ہر طرف پھیلنے کے لیے تھیں۔ ان سے فقہ اسلامی کی ترقی و اشاعت
و عمارت مسابو کو روکا جانے کی بجائے یہ فقہ آفتاب اسلام کے ظلال سے گزر
اب تک دین و دنیا کے درمیان امتداد و حرمت و کرامت کی ضمانت رہی ہے۔
اور اس طرح سے لوگوں کے دلوں سے وہ اسلامی عقیدہ بھی نکلے جو چاہئے کہ جس سے
اس امت کو ایک ابدی و باعزت و عظیم قوم بنائے جس سے جہاں دنیا کی ہر

تمام اقوام عالم کے لیے ایک مشترکہ زبان کا کام کرے۔ لیکن اس کی یہ کوشش بری
طرح سے کام ہو گئی۔ زامنوف کا نظریہ تھا کہ اگر پوری دنیا کو ایک نئی اقوامی زبان
کے رشتہ میں جوڑ دیا جائے، اور ہر کے لوگ ایک ہی زبان بولیں تو اس سے باہمی
نفرت کو ختم کرنے میں بڑی حد تک مدد مل سکتی ہے اور دنیا سے جتنی ختم ہو جائیں گی۔
لیکن اس نظریہ پر ایک اعتراض یہ پیدا ہوا ہے کہ بہت سے ایسے ممالک تھے جن کی
مشترکہ زبان ایک ہی تھی، لیکن اس کے باوجود دونوں میں خونریز جھگڑیں ہوئیں۔ دنیا
بھر میں کتنی خانہ جنگیاں ہوئی ہیں جو ہر سے بلا تھیں، حالانکہ ان جنگوں میں دونوں
فریقوں کی زبانیں یکساں تھیں۔ لہذا اس طرح کا نظریہ بہر حال کامیاب نہ ہو سکتا اور یہ بھی
چکہ زامنوف کی پیدائش ۱۸۵۹ء اور موت ۱۹۱۷ء میں پولینڈ میں
واقع ہوئی۔ (انور)

تھیلو ویلن کی کافر نسلیں میں شرکت کے خطرناک نتائج

تھیلو ویلن کی کافر نسلیں میں اپنے تہا سہمہ کیسے کا حق لا تھا یہ مطلب ہے کہ ہم مسلمان بولتے ہوئے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اسلام مسلمانوں کی آخر میں دیگر ویلن بظلم کے مسلط ہے۔ پھر اس شرکت کا کیا نتیجہ ہو گا؟ اسلام اس بدوقت کے عمل کا کیسے قائل ہو سکتا ہے؟ کوئی بھی مسلمان غیر ملک کے ویلن کے قبضے کے میلان قرب حاصل کرنے کے لیے بعض ضروری احکام اسلام کے ترک کرنے کو ایسے ہی سمجھ سکتا ہے؟ اگر کوئی مسلمان ایسا کرتا ہے تو یہ کس اس بکری کی قرأت کے بعض حصے پر ایمان لانے اور بعض پر ایمان نہ لانے کے سروف ہو گا؟ اگر ہم غیر ملک کے ساتھ مل کر کوئی مشترک کس فتنہ کی شکیں کر لیتے ہیں جس میں اسلام کو بھی مختلف مندرجہ قانون میں سے ایک عام اصولوں کی بنیاد پر تو اس میں ہر ایک کا قہر ہے سوائے اس کے کہ ہم اسلامی فتنے کو روکیں اور لادینی قانون کی صف میں لاکر ان کو روک دیں گے؟ یہ ہمارے لیے واقعی بری کیم خرابی کی بات ہو گی۔ اس جھوٹے فتنے میں لوگ متوہم ہو گئے ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ یورپی قانون نے فتنہ اسلامی سے عمداً اور مافوق فتنے سے خصوصاً انجیلورت اور قرب کی وجہ سے کتنا استہوا کیا ہے جس کا موبہ کیم کی کتاب ہونے لکھنے سے پرہیز ہے۔ (۱) گذشتہ صدی ہجری کے اواخر کے ایک انگریز قاضی

(۱) اس کتاب کے اصل مصنف کا پورا نام (German Lorenz von Mosheim)

ہے۔ لندن سے طبع کیا گیا یہ ترجمہ An Ecclesiastical History, from the

شیخ مخلوف میاوی (۱۳) نے ایک کتاب تصنیف کی تھی جس کا موضوع یہ تھا کہ یورپ نے کس طرح سے مذہب مالکی سے قوانین اخذ کیا ہے۔ یہ کتاب دارالکتب المصریہ میں مختلف فنون کے خانہ میں ۱۰۸۵ نمبر کے تحت محفوظ ہے۔ اہل تاریخ کی کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یورپ کے لوگ ہر دور میں ہمارے علوم کے محتاج رہے ہیں، اور ایسا کبھی نہیں ہوا ہے کہ ہم کسی بھی دن ان کے محتاج رہے ہوں یہاں تک کہ اسلامی فقہ اور اسلامی علوم میں بھی۔

مختلف اسلامی ممالک میں دشمنانِ دین کی ناپاک کوششوں کا مقصد ہمارے دل کی گہرائیوں سے فقہ اسلامی کے تقدس اور عظمت کو پامال کرنا ہے، تاکہ ہم بھی اس دینی میراث کو دیگر خود ساختہ قوانین کے صف میں لا کر حکام کی تبدیلی کے ساتھ اسے بھی بدلتے رہیں۔ جب ہم اس سلسلہ میں ان کی اتباع کرنے لگیں گے، تو گویا ہم اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی مضبوط بنیادوں کو کھوکھلا کرنے پر لگ جائیں گے، جس کے نتیجہ میں ہم تشریعی بد نظمی اور قانونی طوائف الملوک کا شکار ہو جائیں گے، اور دشمنوں کا سب سے اہم

Birth of Christ to the Beginning of the Eighteenth Century

کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ لاطینی سے انگریزی میں آر کی بالڈ میکسین

(Archibald Maclaine) کے ذریعہ انجام دیا گیا، اور اسے ۱۸۲۲ء میں لندن سے

شائع کیا گیا۔ عجیب بات ہے کہ اس رسالہ کے عربی ایڈیشن کے محقق استاذ ابو احمد

الفوج نے اس جگہ پر یہ تعلیق رقم کی ہے کہ موصوف کو موسیٰ بن موسیٰ کی کتاب کے

بارے میں کوئی معلومات دستیاب نہ ہو سکی۔ (انوار)

(۶۴) شیخ مخلوف بن محمد بدوی میاوی مسری مالکی متوفی ۱۲۹۵ھ ایک ازہری قاضی تھے۔

موصوف کو میا میں قضاء کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔ آپ بلاغت اور فقہ وغیرہ کے

موضوعات پر متعدد درحاکل کے مصنف ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے انڈسٹری جے

ص ۱۹۵ اور معجم المؤلفین ج ۳ ص ۸۳۸ ملاحظہ فرمائیں۔ (الخروج)

۱۔ اللہ نہیں نہیں ہے۔ ہمارے سامنے ہیں کچھ مہمانوں کے ہمارے یہ لوگ وہاں تو جوتے
 وہ وہاںات اچھالتے رہتے ہیں جس کے ذریعہ ہم ان کو دیکھ سکتے ہیں یہ لوگ
 کبھی تو تو دنیاویان، کبھی اقربان، کبھی اسلام کے مخالفین تو ان کے ہمارے
 مقابہ کرتے ہیں، اور کبھی ہماری مسائیل کو ہمارے کے دھمپہ مٹوانی ہوتے ہیں
 مل کرنے اور یورپی فکڑے احرار سے دیکھنے کی بات کرتے ہیں۔ ان سے ہمیں
 موجودہ جائزہ میں اس کے خطرناک نتائج احرار کے لئے ہمارے سے کچھ
 مختلف موضوعات کو ہم اس وقت زیر بحث بھی لیتے ہیں اس امر کے تحت
 اس کے اندرونی متنی نتائج کے موضوعات یہاں اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں
 ہے مجھے لگتا ہے کہ دہر کے بعد کو سنبھالنے والے کے باقیہاں اسلامیہ وراثت
 بڑی ذمہ داری ہوگی ہمارا قیام اسلام کے سب سے بڑے قوت ہمارے اسلام کے
 سب سے بڑے مرکز کا قائم ہونا چاہتا ہے۔ ہمارے ہمارے ہے کہ اللہ دہر کے ذریعہ
 فکری دہش کی اصلاح فرمائے اور تعلیم و تربیت سے تحقیق اس یونین کی کے بعد
 اس کی ترقی میں خدا کی توفیق شامل حال رہے (۳)

فہرستِ مراجع

○ الأعلام المؤلف: خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس،
الزركلي الدمشقي (المتوفى: 1396ھ) الناشر: دار العلم للملايين
الطبعة: الخامسة عشر - أيار / مايو 2002 م

○ تاج التراجم لقاسم بن قطلوبغا السوداني أبو الفداء، المحقق: محمد
خير رمضان يوسف، الناشر: دار القلم، سنة النشر: 1413 -
1992

○ تاريخ مدينة السلام (تاريخ بغداد) وذيله والمستفاد، المؤلف: أحمد
بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي أبو بكر - ابن النجار
المحقق: بشار عواد معروف، الناشر: دار الغرب الإسلامي سنة
النشر: 1422 - 2001

○ تهذيب الكمال في أسماء الرجال للإمام الحافظ جمال الدين أبو
الحجاج يوسف المزي المحقق: بشار عواد معروف، الناشر:
مؤسسة الرسالة

○ سير أعلام النبلاء للإمام الحافظ شمس الدين، محمد بن أحمد بن
عثمان الذهبي (748 هـ) 'الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة
الحادية عشر 1417 هـ - 1996 م أشرف على التحقيق: الشيخ
/ شعيب الأرناؤوط

- طریق الہجرتین و باب السعادتین لمحمد بن أبی بکر بن ایوب ابن قیم الجوزیة أبو عبد الله، المحقق: محمد أجمل الإصلاحي - زائد بن أحمد النشیری، الناشر: مجمع الفقه الإسلامی بجدہ، سنة النشر:

1429

- العقود الدرية من مناقب شیخ الإسلام أحمد بن تیمیة لمحمد بن أحمد بن عبد الہادی الدمشقی الصالحي، المحقق: طلعت بن فؤاد الحلواني، سنة النشر: 1422 - 2002

- عیون الأنباء فی طبقات الأطباء لأحمد بن القاسم بن خليفة بن یونس الخزرجي موفق الدين، أبو العباس ابن أبی أصیبة (المتوفى: 668ھ)، المحقق: الدكتور نزار رضا، الناشر: دار مكتبة الحياة - بیروت

- الفهرست فی أخبار العلماء المصنفین من القدماء والمحدثین وأسماء كتبهم، لابن النديم، المحقق: رضا تجدد

- كشف أسرار الباطنية و أخبار القرامطة لمحمد بن مالك بن أبی الفضائل الحمادي الیماني بتقدمة وتعليق الإمام محمد زاهد بن الحسن الكوثري

- كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون للعلامة المؤرخ حاجي خليفة، المحقق: محمد شرف الدين يالتقايا، الناشر: دار إحياء التراث العربی

- المستشرقون لنجيب العقيقي، الناشر: دار المعارف - مصر، سنة النشر: 1964

- المنهل الصافي والمستوفي بعد الوافي ليوسف بن تغري بردي الأتابكي جمال الدين أبو المحاسن، المحقق: محمد محمد أمين،

الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب، سنة النشر: 1984

○ موسوعة المستشرقين لعبد الرحمن بدوي، الناشر: دار العلم

للملايين، الطبعة: الثالثة، سنة الطبع: 1993

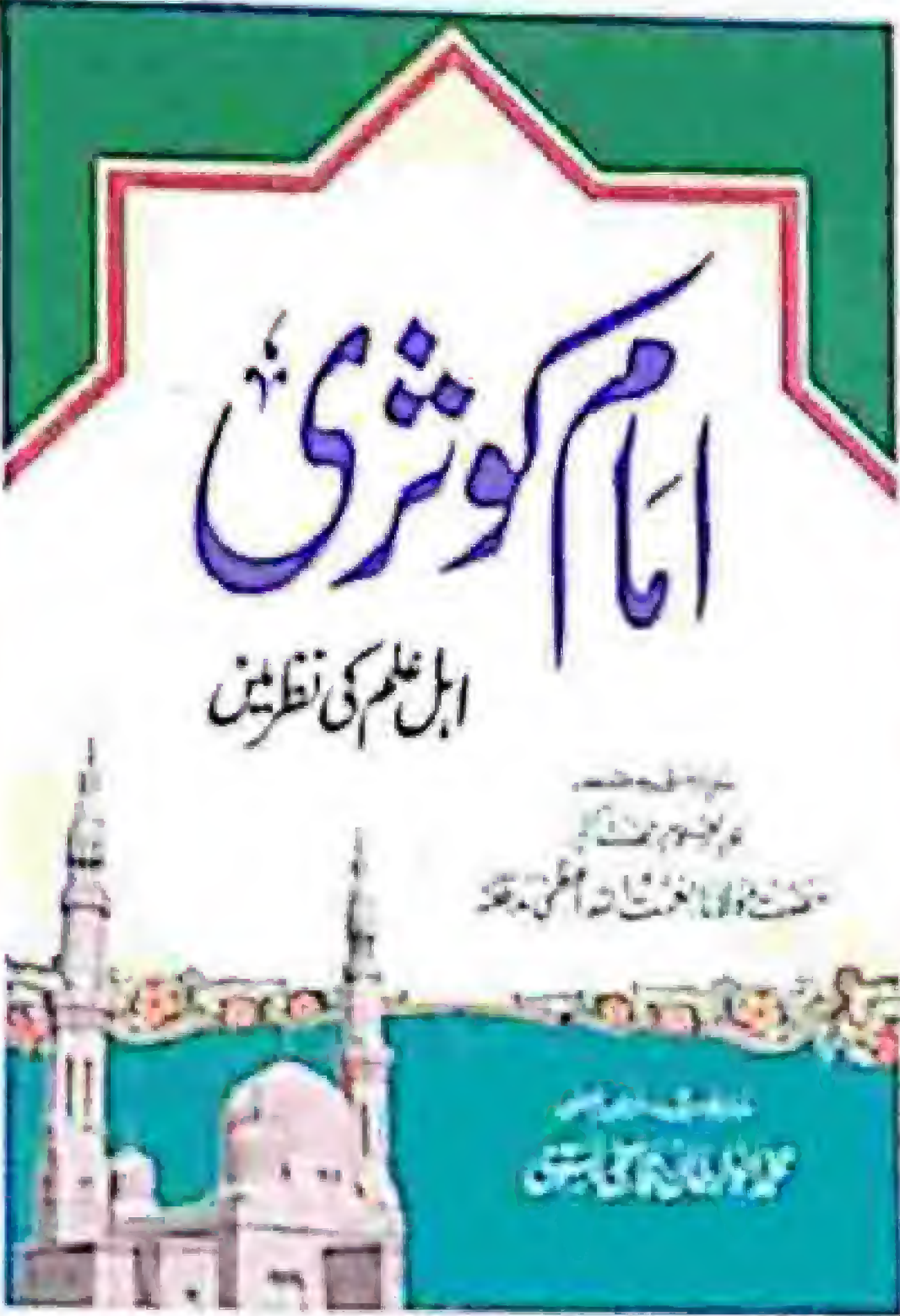
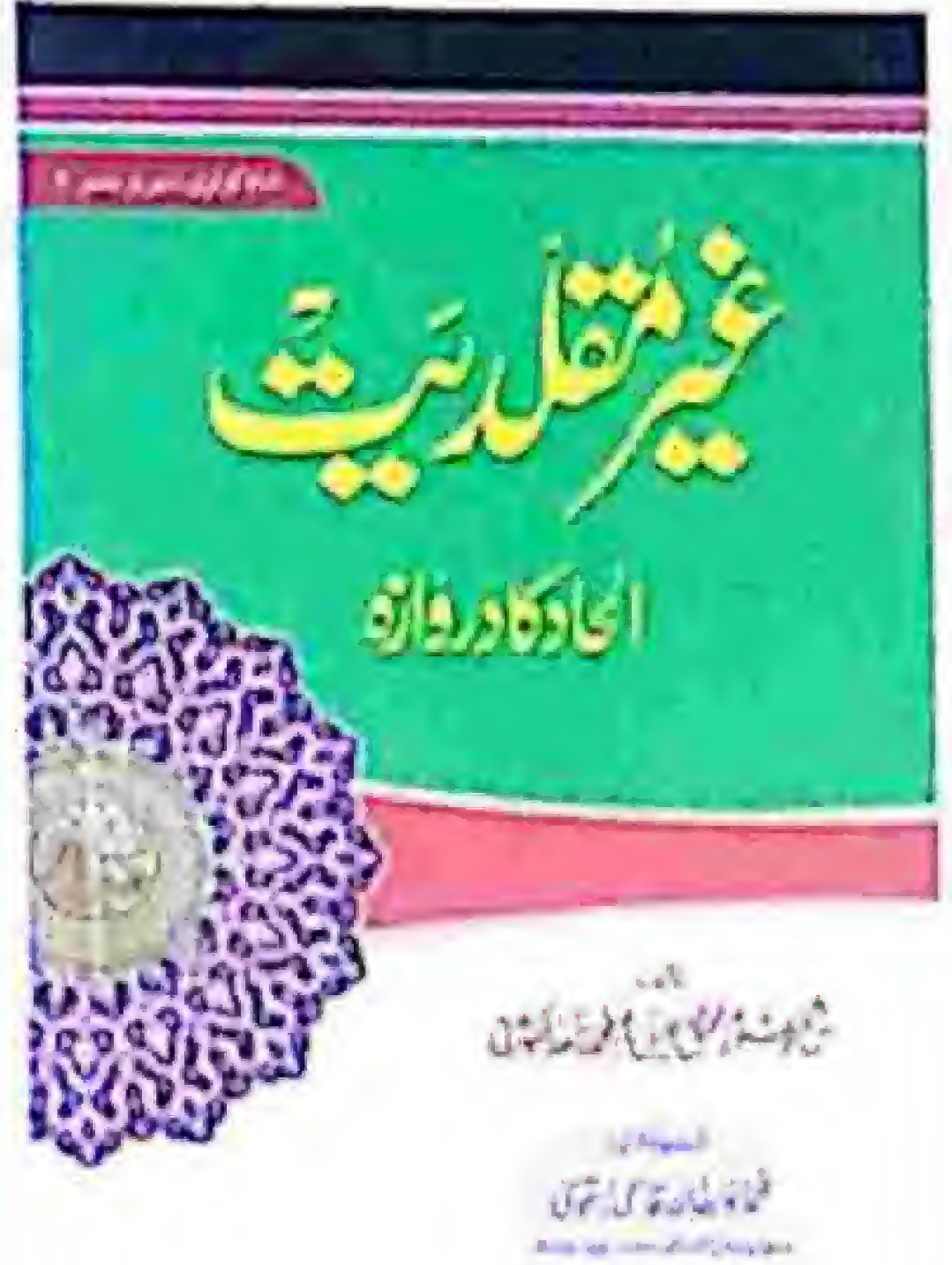
○ ميزان الاعتدال للإمام الحافظ شمس الدين، محمد بن أحمد بن

عثمان الذهبي (748 هـ) طبعة مؤسسة الرسالة

○ وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان لابن خلكان، المحقق: إحسان

عباس

○ الناشر: دار صادر - بيروت، سنة النشر: 1972



Published by

Research and Education Trust

are Tayyib, Behind Eidgah, Qasimpura Road

oband, Saharanpur, UP, India, Pin: 247554

deohandcenter.com Email: deohandcenter@gmail.com